UNIVERSAL LIBRARY

OU_224687

UNIVERSAL LIBRARY

DAMAGE BOOK

اردو زبان کی

چوتھی کتاب

مؤلفہ

خانصاحب مولوی محمد اسمٰعیل

سابق مدرس گورنمنٹ سنٹرل نارمل اسکول آگرہ

ٹکسٹ بک

(مجوزہ)

جناب صاحب ڈائرکٹر بہادر سررشتۂ تعلیم ممالک متحدہ آگرہ و اودھ صوبجات بہار و اڑیسہ

باہتمام کیسریداس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

نولکشور پریس حضرتگنج لکھنؤ میں چھپکر شایع ہوئی

سنہ [illegible]ء

دفعہ [illegible] | جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں | قیمت [illegible]

دیباچہ

یہ سلسلہ جس میں قاعدے سے پانچویں کتاب تک شامل ہے مدارس سرکاری کی ابتدائی جماعتوں کے واسطے بطور کتب درسیہ اردو زبان میں تالیف کیا گیا ہے ؛

ہر کتاب مابعد میں بہ نسبت ماقبل کے الفاظ و عبارت اور طرز بیان بتدریج ترقی دی گئی ہے تاکہ ایک کے اختتام پر دوسری کے آغاز کی قابلیت پیدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ سب سے اخیر کتاب کا درس مڈل کورس کا مرحلہ طے کرنے کے لیے قابل و مستعد بنا دے ؛

ہر چند کہ مذاق زباندانی کا نشو و نما ان کتابوں کا موضوع و مقصود اصلی ہے۔ مگر اس کے ضمن میں بالخصوص دو اور ضروری فوائد بھی ملحوظ رکھے گئے ہیں ؛

اول یہ کہ تفنن طبع اور تفریح خاطر کی تا بقدر رعایت کی گئی ہے جو طلبہ کے حق میں مشقت مطالعہ کا ایک نقد صلہ اور شغل درس کو دلاویز بنانے میں نہایت مؤثر ہے۔ چنانچہ مطالب و مضامین کی رنگا رنگی ان کا نتیجہ خیز ہونا۔ اور مختلف اوزان کی اقسام نظم۔ ان سب کا مجموعی اثر غالباً طلبہ کی طبیعت کے لئے کافی موجبات ترغیب ہیں ؛

دوم یہ کہ ان کتابوں کی تالیف و تصنیف کا ماخذ و منشا چونکہ مختلف علوم و فنون ہیں مثلاً امثال و قصص اخبار و سیر آداب و اخلاق۔ تواریخ طبعی تشریح الابدان۔ فزیالوجی۔ حفظان صحت۔ اصول فلاحت علم انتظام وغیرہ۔ لہذا یہ یہ توقع کچھ بے محل نہیں ہے کہ ان کا مطالعہ عقلی و اخلاقی ترغیب کا معاون اور واقفیت عامہ کی توسیع کا نمونہ ہوگا۔ واللہ الموفق وھو المستعان ؛

محمد اسمٰعیل سابق مدرس گورنمنٹ سنٹرل نارمل اسکول آگرہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	خدا کی قدرت ۔ نظم	۴	۱۸	اشعار رند	۴۴
۲	خود رائی کا نتیجہ	۷	۱۹	کفایت شعاری	۴۵
۳	محمود غزنوی اور بڑھیا	۱۲	۲۰	حکایت	۴۸
۴	محمود غزنوی اور والی قنوج	۱۵	۲۱	آم کی تعریف ۔ نظم	۵۰
۵	گرمی کا موسم ۔ نظم	۱۷	۲۲	محنت سونے سے بہتر ہے	۵۱
۶	سلطان ناصر الدین	۱۸	۲۳	بارش کا پہلا قطرہ ۔ نظم	۵۷
۷	میرا خدا میرے ساتھ ہے ۔ نظم	۲۰	۲۴	اچھا زمانہ آتا ہے ۔ نظم	۵۹
۸	ایک پودا اور گھاس ۔ نظم	۲۲	۲۵	نئی دنیا کا پانا	۶۰
۹	سلطان جلال الدین خلجی	۲۳	۲۶	ہندوستان کے پھول ۔ نظم	۶۸
۱۰	سلطان فیروز	۲۵	۲۷	آسمان اور ستارے	۶۹
۱۱	کوشش کیے جاؤ ۔ نظم	۲۸	۲۸	شیر شاہ سوری	۷۱
۱۲	نور جہاں بیگم	۳۰	۲۹	قطعہ میرزا غالب	۷۴
۱۳	دو مکھیاں ۔ نظم	۳۵	۳۰	بخاری بادخانی کشتی	۷۶
۱۴	کوئلے کی کان	۳۶	۳۱	ریلوے انجن کا موجد جارج	۸۱
۱۵	دمدار ستارے	۳۹	۳۲	تاروں بھری رات ۔ نظم	۸۷
۱۶	اشعار ذوق	۴۰	۳۳	اونٹ	۸۸
۱۷	قوت کہربائی یا برق یا بجلی	۴۱	۳۴	اہلیا بائی	۹۱

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
۳۵	حکایت مرد کور بینا۔ نظم	۹۴
۳۶	سیتا جی	۹۵
۳۷	حکایت روباہ۔ نظم	۱۰۱
۳۸	چھاپہ کا ایجاد	۱۰۲
۳۹	حکایت ماہی عقلمند و کم عقل و بے عقل۔ نظم	۱۰۷
۴۰	غیاث الدین اور شہاب الدین	۱۰۸
۴۱	بڑھی ملاح اور شہاب الدین	۱۰۹
۴۲	کوہ ہمالہ۔ نظم	۱۱۷
۴۳	تحمل اور وفائے وعدہ	۱۱۹
۴۴	کچھوا اور خرگوش۔ نظم	۱۲۲
۴۵	بیفائدہ کوشش۔ نظم	۱۲۴
۴۶	سیر عمارت و بہمن	۱۲۵
۴۷	جنگل اور چاندنی رات۔ نظم	۱۲۶
۴۸	جلال الدین محمد اکبر	۱۲۷
۴۹	بنائے قلعہ آگرہ	۱۳۲
۵۰	فتح پور سیکری	۱۳۳
۵۱	بیرم خاں	۱۳۴
۵۲	ابوالفضل	۱۳۶
۵۳	فیضی	۱۳۷

نمبرشمار	مضمون	صفحہ
۵۴	راجہ ٹوڈرمل	۱۳۸
۵۵	راجہ بیربل	۱۳۹
۵۶	ترک تکبر۔ نظم	۱۴۰
۵۷	سرکشی کا ثمرہ	۱۴۱
۵۸	قناعت	۱۴۳
۵۹	بیلون یا غبارہ	۱۴۵
۶۰	کوئن وکٹوریا۔ نظم	۱۴۸
	زراعت	
۱	زراعت اور اقسام زراعت۔	۱۵۰
۲	زمین اور اقسام زمین	۱۵۲
۳	ہل کے پُرزے اور اُن کے کام	۱۵۴
۴	جوتائی اور میائی	۱۵۶
۵	کھاد اور کھاد کا بنانا	۱۵۸
۶	بیج اور بیج کی بُوائی	۱۶۰
۷	سینچائی	۱۶۳
۸	کٹائی۔ مڑائی اور اوسائی	۱۶۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُردو زبان کی

چوتھی کتاب

(۱) خُدا کی قُدرت

از مؤلّف

جو چیز خُدا نے ہے بنائی — اُس میں ظاہر ہے خوشنمائی
کیا خوب ہے رنگ ڈھنگ سب کا — چھوٹی بڑی جس قدر ہیں اشیا
روشن چیزیں بنائیں اُس نے — اچھی شکلیں دِکھائیں اُس نے
ہر چیز کی ہے ادا نرالی — حِکمت سے نہیں ہے کوئی خالی
ہر چیز ہے ٹھیک ٹھیک لاریب — ہیں اُس کے تمام کام بے عیب
ننھی کلیاں چٹک رہی ہیں — چھوٹی چِڑیاں پھُدک رہی ہیں
اُس کی قدرت سے پھُول مہکے — پھُولوں پہ پرند آ کے چہکے
چِڑیوں کے عجیب پَر لگائے — اور پھُول ہیں عطر میں بسائے
چِڑیوں کی ہے بھانت بھانت آواز — پھُولوں کا جُدا جُدا ہے انداز

محلوں میں امیر ہیں بآرام
ہے در پہ کھڑا غریب ناکام
ہے کوئی غنی تو کوئی محتاج
بے گھر ہے کوئی کسی کے گھر راج
روزی دونوں کو دی خدا نے
معمور ہیں قدرتی خزانے
تاروں بھری رات کیا بنائی!
دن کو بخشی عجب صفائی
موتی سے پڑے ہوئے ہیں لاکھوں
ہیرے سے جڑے ہوئے ہیں لاکھوں
کیا دودھ سی چاندنی ہے چھٹکی
حیراں ہو کر نگاہ ٹھٹکی
تارے رہے صبح تک نہ وہ چاند
آگے سورج کے ہوگئے ماند
نیلا نیلا اب آسماں ہے
وہ رات کی انجمن کہاں ہے
شام آئی تو اس نے پردہ ڈالا
پھر صبح نے کر دیا اجالا
جاڑا - گرمی - بہار - برسات
ہر رُت میں نیا سماں نئی بات
جاڑے سے بدن ہے تھرتھراتا
ہر شخص ہے دن میں دھوپ کھاتا
سردی سے ہیں ہاتھ پاؤں ٹھٹھرتے
سب لوگ الاؤ پر ہیں گرتے
سرسوں پھولی بسنت آیا
سب نے پھاگن کا راگ گایا
پھوٹیں نئی کونپلیں شجر میں
اک جوش بھرا ہوا ہے سر میں
جاڑے کی جو رُت پلٹ گئی ہے
دن بڑھ گیا رات گھٹ گئی ہے
گرمی نے زمین کو تپایا
بھانے لگا ہر کسی کو سایا
برسات میں دَل ہیں بادلوں کے
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے
دوڑ آئی ہے زور شور کرتی
دامانِ زمین کو کترتی

کس زور سے بہ رہا ہے نالا
بل کھا کے ندی نکل گئی ہے
دریا ہے رواں پہاڑ کے پاس
بستی ہے اِدھر اُدھر ہے جنگل
مٹی سے خدا نے باغ اگائے
میوے سے لدی ہوئی ہے ڈالی
سبزے سے ہرا بھرا ہے میداں
ہم کھیلتے ہیں وہاں کبڈی
گائیں بھینسیں عجب بنائیں
پیدا کیے اونٹ بیل گھوڑے
روشن آنکھیں بنائیں دو دو
دو ہونٹ دیے کہ منھ سے بولیں

اونچے ٹیلے کو کاٹ ڈالا
رُخ اپنا اُدھر بدل گئی ہے
بستی ہے بسی اُجاڑ کے پاس
جنگل ہی میں ہو رہا ہے منگل
باغوں میں اُسی نے پھل پکائے
دانوں سے بھری ہوئی ہے بالی
اونچے اونچے درخت ذی شان
میری ہے کوئی کوئی پھسڈی
کیا دودھ کی ندیاں بہائیں
ہر شے کے بنا دیئے ہیں جوڑے
قدرت کی بہار دیکھنے کو
شکر اُس کا کریں زبان کھولیں

بے شک ہے خدا قوی و قادر
ہر شے اُس نے بنائی نادر ؛

یاد کرو تلفظ اور معنی

اَشیا نَاکام مَانِنْد قَادِر اَدَا غَنِی
شَجَر نَادِر حِکْمَت مَعْمُور ذِی شان

(۲) خود رائی کا نتیجہ

۱- دو کبوتر ایک ہی آشیانے میں رہا کرتے تھے- ایک کا نام تھا بازندہ دوسرے کا نوازندہ- بازندہ کے دل میں سیر و سیاحت کا شوق پیدا ہؤا- یارِ غمگسار سے کہا کہ "آؤ! ہم تم مل کر دُنیا کا گشت لگائیں- کیونکہ سفر میں بیشمار عجائبات نظر سے گذرتے ہیں اور بڑا تجربہ حاصل ہوتا ہے" ÷ ؏

سیر کر دُنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہاں

۲- (نوازندہ) سُنو بھائی! تم نے کبھی سفر کی محنت نہیں سہی اور غربت کی مشقّت نہیں اُٹھائی- اگر تم اُس سے واقف ہوتے تو ہرگز ایسا فضول اِرادہ نہ کرتے ÷

۳- (بازندہ) یہ تو سچ ہے کہ سفر کی تکلیفات سے کبھی کبھی جان پر آبنتی ہے مگر جہان کا سیر و تماشا کچھ ایسا دلچسپ اور راحت افزا ہے کہ تمام کلفتوں کو بُھلا دیتا ہے اور جب طبیعت کو شدائد سفر کے تحمّل کی عادت ہو جاتی ہے اور عجائبات عالم کی دیکھ بھال کا چسکا لگ جاتا ہے تو یہ مصیبت بھی راحت معلوم ہونے لگتی ہے ÷ مؤلف

گلستانِ جہاں میں پھول بھی ہیں اور کانٹے بھی
مگر جو گل کے جویا ہیں انھیں کیا خار کا کھٹکا

۴۔ (نوازندہ) اے رفیق! دُنیا کا سیر و تماشا تو اُسی وقت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ جب اپنے عزیز رفیق دوست احباب ساتھ ہوں۔ اور اگر اِن سب کی مفارقت گوارا کرکے سیر کی تو ہیچ ہے۔ اُن کی جُدائی کا رنج و الم تمام کیفیتوں کو خاک میں مِلا دیتا ہے۔ اب تُم کو رہنے کے لئے گھر کھانے کے لئے دانہ پانی بافراغت میسّر ہے۔ بس اِسی پر قناعت کرو اور اپنے گوشۂ عافیت میں سلامتی سے رہنے کو غنیمت سمجھو ؂

۵۔ (بازندہ) بھائی جان! دوستوں کی جُدائی کا ذکر تو فضول ہے۔ اس لئے کہ جب قطع تعلق کرکے چل کھڑے ہوئے تو جہاں کہیں جائینگے وہاں کیا دوست آشناؤں کا قحط ہوگا؟ ملنسار کو ہر جگہ ملنے والے بہم پہونچ سکتے ہیں۔ اور خود مُسافرت ہی مسافر کو پختہ کار بنا دیتی ہے۔ اُس کو دوستوں کی کچھ پرواہ نہیں ؂

۶۔ (نوازندہ) اچھا صاحب! جب آپ قدیم دوستوں کی صحبت ترک کرنے پر مستعد اور نئے دوست آشنا پیدا کرنے پر آمادہ ہیں۔ تو میری باتوں کا اثر آپ کے دِل پر کیوں

ہونے لگا۔ اِس صورت میں صلاح و مشورہ سب بے سُود۔ خیر خُدا حافظ! جو تُمھارے جی میں آئے سو کرو۔

۷۔ الغرض بازندہ اپنے پیارے رفیق کو چھوڑ کر اُڑا۔ جنگلوں میدانوں کا سپاٹا بھرتا۔ دریاؤں کی سیر کرتا ایک پہاڑی کے دامن میں جا ٹھہرا۔ وہاں کا سبزہ زار میدان اور دلکشا منظر اُس کو بہت ہی بھایا۔ شام بھی قریب تھی وہیں قیام کا ارادہ کر دیا۔

۸۔ ابھی سستانے بھی نہ پایا تھا کہ یکایک زور شور کی آندھی اُٹھی۔ بجلی کی کڑک چمک اور بادلوں کی گھور گرج کے ساتھ ایک سخت طوفان نے اُس کو گھیر لیا۔ بازندہ کو کوئی جائے پناہ نہ ملی۔ درختوں کی شاخوں اور پتّوں میں چھپ چھپا کر بہزار خرابی سے وہ رات بسر کی۔ صبح ہوئی تو پھر اُڑا۔ اب سوچتا تھا کہ وطن کو پھر چلیئے۔ کبھی کہتا تھا کہ جب ارادہ کیا ہے تو چند روز اور بھی کیفیت سفر دیکھنی چاہیئے۔

۹۔ اسی فکر و تردّد میں بڑھا چلا جاتا تھا کہ ایک شاہین نہایت تیز چُست و چالاک اور بڑا شکاری اُس کی طرف جھپٹا۔ یہ آفتِ ناگہانی جو پیش آئی تو بازندہ کے ہوش

اُڑ گئے۔ سر سے پاؤں تک سناٹا نکل گیا۔ دِل سینہ میں دھڑکنے لگا۔ اپنی عقل و فہم پر نفرین کی اور اپنے نامعقول ارادے پر سخت پشیمان ہوکر دل میں کہنے لگا۔ اگر آب کی بار اِس بلا سے نجات پاؤں تو پھر کبھی سفر کا نام نہ لوں اور اپنے رفیق کی صحبت کو ہمیشہ غنیمت سمجھوں" ؎

۱۰۔ اِدھر اُس نے یہ نیّت کی۔ اُدھر غیب سے رہائی کا سامان شروع ہوا۔ ایک تیز پرداز عقاب دوسری جانب سے بازندہ کی طرف لپکا۔ اور چاہا کہ شاہین سے پہلے ہی اُس کو جا دبوچے۔ اگرچہ شاہین اُس کے جوڑ کا نہ تھا۔ مگر غیرت اور غصے نے اُس کو ایسی جرأت دلائی کہ فوراً عقاب کے مقابل ہوگیا۔ دونوں میں چونچ پنجوں سے جھڑپ ہونے لگی ؎ ہ

جب کہ دو مُوذیوں میں ہو کھٹ پٹ
اپنے بچنے کی فِکر کر جھٹ پٹ

بازندہ نے اِس موقع سے فائدہ اُٹھانے میں جلدی کی ایک پتھر کے تلے جا گھُسا۔ سُکڑ سُکڑا کر ایک تنگ سُوراخ میں بہزار دقّت اپنے تئیں چھپایا اور ساری رات وہیں کاٹی ؎

۱۱- جب آشیانۂ مشرق سے خورشید جہاں تاب نے سر نکالا اور روے زمین پر اپنے نورانی بازو پھیلا دیے تو بازندہ بھی سوراخ سے باہر آیا- اگرچہ سفر کی تکان- خوف کے صدمے اور بھوک پیاس کی شدت سے قوت پرواز باقی نہ تھی مگر چار و ناچار پھر اُڑا- چلتے چلتے ایک کبوتر نظر آیا- جس کے سامنے تھوڑا سا دانہ بھی پڑا تھا- یہ بھوک کے مارے بیتاب تھا ہی- اپنے ہم جنس کی دیکھی صورت اور آب و دانہ حاضر فوراً اُتر پڑا ؛

۱۲- بیچارے نے ابھی دانے پر مُنہ بھی نہ ڈالا تھا- کہ جال میں پھنس گیا- بہت تڑپا بہت پھڑپھڑایا- مگر جال سے مخلصی نہ پائی- آخر اُس کبوتر کو لعنت ملامت کرنے لگا کہ " تیری وجہ سے مَیں اِس دامِ بلا میں مبتلا ہُوا- تو نے ہم جنس ہوکر مجھ غریب پردیسی کے ساتھ دغا کی- تجھ کو لازم تھا کہ یہاں اُترنے سے پیشتر ہی مجھ کو اِس خطرے سے آگاہ کردیتا" ؛

۱۳- اُس کبوتر نے جواب دِیا کہ " بھائی! قضا کے سامنے سعی پیش نہیں جاتی- یہ تمھارا افسوس محض لاحاصل ہے" بازندہ نے کہا " خیر جو ہوا سو ہوا- اب میری مخلصی کی

سبیں نکالو! جب تک زندہ رہونگا تمھارا احسان نہ بھولونگا۔"
کبوتر بولا "ارے بیوقوف! اگر ایسا حیلہ مجھ سے بن پڑتا۔ تو میں اپنی ہی رہائی کی فکر نہ کرتا۔ تیرا حال تو اُس اُونٹنی کے بچّے کا سا ہے۔ جس نے سفر کی ماندگی سے اُکتا کر کہا تھا۔ "اے میری پیاری ماں! اِتنی دیر تو ٹھہر جا کہ ذرا میں دم لے لوں" ماں نے جواب دیا "اے میرے بھولے بھالے بچّے! اگر مہار میرے ہاتھ میں ہوتی۔ تو بھلا ئیں یوں کدی کدی کیوں پڑی پھرتی؟"

۱۴۔ جب بازندہ کی بالکل آس ٹوٹ گئی تو بے اِختیار پھڑکنے لگا۔ اور ایک بارگی جی توڑ کر زور مارا۔ اتفاق سے جال تھا کہنہ فرسودہ فوراً ڈورے ٹوٹ گئے۔ اور بازندہ نکل بھاگا۔ اب تو چھوٹتے ہی وطن کی طرف رُخ کیا۔ اثنائے راہ میں ایک ویرانہ گانوں پڑا۔ وہاں ایک دیوار پر جو کھیت کے قریب ہی تھی۔ ذرا دم لینے کو ٹھہرا ÷

۱۵۔ کِسان کے لڑکے نے جو کھیت کی رکھوالی کر رہا تھا۔ کبوتر کو دیکھ پایا اور چھپکے چھپکے ایک غلہ ایسا تاک کر مارا کہ اُس کے بازو کو رگڑتا ہوا سن سے نِکل گیا۔ وہ تڑپ کر گرا اور لڑکا اپنے شکار کی تلاش میں دوڑا۔ یہاں پہنچ کر

معلوم ہوا کہ کبوتر اُس کنوئیں میں جا گرا ہے جو زیرِ دیوار تھا تو لڑکا مایوس ہوکر لوٹ گیا ؎

۱۶۔ بازندہ نے چونکہ ضربِ شدید کھائی تھی اِس لیئے ایک رات اُسی کنوئیں کے اندر افسردہ و پژمردہ پڑا رہا۔ اگلے روز ذرا اِفاقہ ہوا تو اُفتاں و خیزاں وہاں سے چل نکلا اور اپنے قدیم آشیانے کی راہ لی ؎

۱۷۔ نوازندہ نے جو اُس کی آہٹ سُنی تو نہایت خوش ہوکر پیشوائی کے لیئے دوڑا اور بڑی خاطر و مُدارات سے اُس کو آشیانے میں لے گیا۔ پھر سفر کا حال پُوچھا۔ بازندہ نے ذرہ مصیبت کی داستان سُنائی اور کہا کہ "میں سُنا کرتا تھا کہ سفر سے بڑا تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ خیر مُجھ کو یہی تجربہ حاصل ہوا کہ بغیر دوست کے مشورہ اور صلاح کے کوئی کام نہ کرنا چاہیئے" ؎

یاد کرو تلفظ اور معنی

خُودرائی شَدائِد عَافِیَت شَاہِین دَام اَفسُردہ
سَیَاحت تَحَمُّل قَطعِ تَعلُّق نَفرِین سَبِیل پژمُردہ
غمگُسار مُفارِقَت تَرک عُقَّاب مہار اِفاقہ

غُربت اَحباب سَبزہ زار جہاں تاب کُہنہ اُفتاں
رَاحت اَفزا اَلم دِل کُشا مُخلِصی فرسُودہ خیزاں
کُلفت ہیچ مَنظر قضا اثنا مُدارات ❖

(۳) محمود غزنوی اور بُڑھیا

۱۔ محمود کے حال میں مؤرخوں نے ایک بڑا دلچسپ قِصّہ لکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیک دل اور منصِف مزاج تھا۔ اور جب کوئی اُس کو نیک مشورہ دیتا تھا۔ تو گو اُس کی طبیعت کے خلاف ہوتا مگر فوراً مان لیتا تھا ❖

۲۔ لکھا ہے کہ غزنی سے ایران کو جو سڑک جاتی ہے۔ اُس پر بلوچی قزاقوں نے ایک مضبوط قلعہ اپنی جائے پناہ بنا لیا تھا۔ جو سوداگر اِس راہ سے گزرتے وہ قزاق اُن کو قتل و غارت کرتے۔ ایک دفعہ اُنھوں نے تاجروں کے ایک کاروان کو لُوٹ لیا اور خراسان کے ایک نوجوان کو مار ڈالا ❖

۳۔ اِس نوجوان کی بُڑھیا ماں روتی پیٹتی داد خواہی کے واسطے محمود کے دربار میں حاضر ہوئی۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ " وہ مقام میرے پایۂ تخت سے اِتنے دُور دراز فاصلے پر ہے

کہ وہاں کی وارداتوں کا انتظام دشوار ہے۔" یہ سُن کر اُس مظلومہ نے کہا کہ "پھر ایسا مُلک جس کی امن و امان کا بندوبست تُجھ سے نہیں ہوسکتا اپنے قبضے میں کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ اور اُس پر حکومت و حراست کا دعویٰ کیوں کرتا ہے؟"

۴- بڑھیا کی اِس بیباکانہ تقریر اور سچی بات نے بادشاہ کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ فوراً اُن قزاقوں کے غارت کرنے پر مستعد ہوگیا اور آیندہ کے لئے حکم دے دیا کہ جو قافلہ اس راہ سے گزرے اُس کے ہمراہ ایک فوجی گارد جایا کرے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُوَرِّخ قَزّاق غَارَت کَارْوَاں وَارْدَات

مُنْصِفْ مِزَاج قَتْل تَاجِر مَظْلُومَہ حِرَاسَت

(۴) محمود غزنوی اور کنور رائے والیٔ قنّوج

۱- ایک بار سلطان محمود غزنوی نے قنّوج پر یورش کی۔ یہ شہر اُس زمانہ میں نہایت آراستہ و پیراستہ بارونق و مالا مال اور راجہ کنور رائے کا دارالسلطنت تھا۔ جب سلطانی لشکر قریب پہنچا تو

اُس کی عظمت و شوکت دیکھ کر راجہ کو تاب مقاومت نہ ہوئی
ناچار سلطان کے روبرو خود حاضر ہوکر اظہار عجز و نیاز کیا ؎

۲- یہ کیفیت دیکھ کر سلطان کا دل بھی نرم ہوگیا۔ شاہانہ
لُطف و مُدارات سے پیش آیا اور اُس کے مُلک و مال سے
کچھ تعرض نہ کیا۔ تین روز تک راجہ کے ہاں مہمان رہا۔ اور
بوقت رُخصت وعدہ کیا کہ اگر کوئی غنیم تمھاری اذیت کے
درپے ہوگا تو امداد و اعانت کے لئے میں خود آؤنگا ؎

۳- جب سلطان واپس چلا گیا تو راجگان ہند نے اِس
اتحاد و اِخلاص پر اُس کو سخت لعنت ملامت کی اور راجہ
کالنجر کے ساتھ ہوکر والیِ قنوج پر سب نے حملہ کیا۔ سلطان
یہ خبر پاکر حسب وعدہ اپنے دوست کی کُمک کے واسطے
روانہ ہوا۔ مگر قبل اِس سے کہ وہ یہاں پہنچے۔ کنور رائے کا
کام تمام ہوچکا تھا ؎

یاد کرو تلفظ اور معنی

یُورِش عَظَمت مُقَاوِمَت غَنِیم اِتّحاد دِیار
پیراستہ شوکت عِجز اَذِیّت اِخلاص حَسب
مالا مال مَتاب تعرّض اِعانت لَعنَت کُمک

(۵) گرمی کا موسم

از مؤلف

مئی کا آن پہنچا ہے مہینا — بہا چوٹی سے ایڑی تک پسینا

بجے بارہ تو سورج سر پہ آیا — ہوا پیروں تلے پوشیدہ سایا

چلی لُو اور تڑاقے کی پڑی دھوپ — لپٹ ہے آگ کی گویا کڑی دھوپ

زمیں ہے یا کوئی جلتا توا ہے — کوئی شعلہ ہے یا پچھوا ہوا ہے

در و دیوار ہیں گرمی سے تپتے — بنی آدم ہیں مچھلی سے تڑپتے

پرندے اڑ کے ہیں پانی پہ گرتے — چرندے بھی ہیں گھبرائے سے پھرتے

درندے چھپ گئے ہیں جھاڑیوں میں — مگر ڈوبے پڑے ہیں کھاڑیوں میں

نہ پوچھو کچھ غریبوں کے مکاں کی — زمیں کا فرش ہے چھت آسماں کی

نہ پنکھا ہے نہ ٹٹی ہے نہ کمرہ — ذرا سی جھونپڑی محنت کا ثمرہ

امیروں کو مبارک ہو حویلی
غریبوں کا بھی ہے اللہ بیلی

یاد کرو تلفظ اور معنی

بنی آدم — ثمرہ — اللہ بیلی

(۶) سلطان ناصر الدّین

۱- دلّی کے بادشاہوں میں سلطان ناصر الدین بڑا نیک اور خلیق - شجاع - عابد اور سخی تھا - اُس کا دربار اور سلطنت کا ساز و سامان تو نہایت شاندار تھا - مگر اپنی بود و باش کا خاص محل نہایت سادہ اور بے تکلف تھا - اور بادشاہوں کی طرح اِس کی حرم سرا بیگمات اور کنیزوں کی چھاؤنی نہ تھی صرف ایک بیگم تھی وہی بیچاری گھر کا سب کام کاج کرتی - کھانا بھی اپنے ہی ہاتھ سے پکاتی ۔

۲- ایک روز اس نیک بخت بی بی نے سلطان سے درخواست کی کہ "ایک لونڈی باورچیخانے کا کام کرنے کو خرید دیجئے تو بہتر ہو - روٹیاں پکانے سے میرے ہاتھ جلتے ہیں" سلطان نے جواب دیا کہ "شاہی خزانہ رعایا کا مال ہے - میرا حق اُس میں کچھ نہیں کہ روپیہ لے کر لونڈی خرید دوں میرا ذاتی خرچ قرآن شریف کی کتابت سے چلتا ہے - اُس میں صرف کھانے پینے کا گزارہ ہو سکتا ہے - اے بیگم! تو صبر کے ساتھ اِس مشقت کو برداشت کر - اُمید ہے کہ خدا آخرت میں اُس کا اجر دے گا" ۔

۳- تمام عمر اس بادشاہ کی فقیرانہ بسر ہوئی - ہمیشہ عبادت الٰہی اور پرہیزگاری میں مشغول رہا- اپنے مصارف کے واسطے سلطنت کے خزانے سے اس نے کبھی ایک حبہ نہیں لیا- صرف قرآن مجید کی کتابت پر اوقات بسر کی- ایک بار کسی امیر نے اس خیال سے کہ بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن ہے- معمول سے زیادہ دام دیئے- یہ امر سلطان کو ناگوار خاطر ہوا- اس لئے آئندہ سے خفیہ طور پر ہدیہ کرنے کا اہتمام کیا-

۴- اسی بادشاہ کے عہد سلطنت میں ہلاکو خاں مغل کا ایلچی آیا تھا- اس کے استقبال کو سلطان کا وزیر بلبن بڑی شان و شوکت کے ساتھ شہر دہلی سے نکلا- جس کی جلو میں پچاس ہزار سوار- دو لاکھ پیادے اور دو ہزار جنگی ہاتھی تھے- اس وقت طبل و نقارہ کی صدا- نفیریوں کا شور- ہاتھیوں کا چنگھاڑنا- گھوڑوں کا ہنہنانا- ہتھیاروں کا چمکنا- آتشبازی کا چھوٹنا- ایسا عجیب ہنگامہ تھا- جس نے مغل سفیر کے دل پر بڑا اثر کیا- جب اس کو سلطانی دربار میں بار ملا- تو بارگاہ کی آرایش- اور اس میں عالی جاہ شاہزادوں ذیشان امیروں اور ہند کے راجہ مہاراجوں کا ہجوم

دیکھکر اور بھی دنگ رہ گیا*

یاد کرو تلفظ اور معنی

نیک نہاد	خلیق	عابد	سخی	حرم سرا	کنیز
کتابت	اجر	حبشہ	ہدیہ	طبل	بازار
آخرت	مصارف	خفیہ	حلیہ	نفیری	بارگاہ

(۷) میرا خدا میرے ساتھ ہے

ہے ہمیشہ مری خدا پہ نظر
نہ اُجالے میں ہے کبھی کا ڈر

رات ہو دن ہو شام ہو کہ سحر
نہ اندھیرے میں کوئی خوف و خطر

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

شام کا وقت یا سویرا ہو
مینھ نے آندھی نے مجھ کو گھیرا ہو

چاندنی ہو کہ گھپ اندھیرا ہو
لیک پُر ہول دل نہ میرا ہو

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب کہ طوفان کا ہو سناٹا
جڑ سے پیڑوں کو دے اکھیڑ ہوا

سخت اندھیاؤ کا چلے جھونکا
میرے دل میں نہ خوف ہو اصلا

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ٹوٹ کے آسمان سے تارے
وہم کرتے ہیں لوگ بیچارے

شب کو گرتے ہیں جیسے انگارے
میں نہ گھبراؤں خوف کے مارے

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

چاند سورج کا دیکھ کر گہنا
لوگ کرتے ہیں خوف کا چرچا
میرے ہمجولیوں کو ہے کھٹکا
پر مجھے اس کی کچھ نہیں پروا

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب ستارہ طلوع ہو دُم دار
سب پہ طاری ہوں خوف کے آثار
دُم ہو ایسی کہ چھوٹتا ہے انار
میرے بھانویں مگر نہ ہو زنہار

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

میرے رستے میں ہو اگر میدان
کوئی مرگھٹ ہو یا ہو قبرستان
یا پرانا کوئی کھنڈر سنسان
نہ خطا ہوں وہاں میرے اوسان

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ہو بیابان میں گزر میرا
دور رہ جائے چھُٹ کے گھر میرا
یا سمندر پہ ہو سفر میرا
رہے پھر بھی قوی جگر میرا

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب کہ دریا میں آئے طغیانی
پار کھیوا نہ ہو بہ آسانی
اور ہاتھی ڈباؤ ہو پانی
مجھ کو اندیشہ ہو نہ حیرانی

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

لشکروں کی جہاں چڑھائی ہو
اور گھمسان کی لڑائی ہو
شہ سواروں نے باگ اٹھائی ہو
واں بھی ہیبت نہ مجھ پہ چھائی ہو

کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

یاد کرو لفظ اور معنی

پھول   پُھپھول   اصلا   کیاری   طغیانی

تختہ   سنوار   تثلیث

از ذوق

(۸) ایک پودا اور گھاس

اتفاقاً ایک پودا اور گھاس — باغ میں دونوں کھڑے تھے پاس پاس

گھاس کہتی ہے کہ اے میرے رفیق — کیا انوکھا اس جہاں کا ہے طریق

ہے تیری اور ہماری ایک ذات — ایک قدرت سے ہے دونوں کی حیات

مٹی اور پانی ہوا اور روشنی — واسطے دونوں کے یکساں ہے بنی

تجھ پہ لیکن ہے عنایت کی نظر — سینچتے ہیں تجھے جڑ کھود کر

کون دیتا ہے مجھے یاں پھیلنے — کھا لیا گر تجھ کو گدھے یا بیل نے

مجھ کو کھاتے ہیں جو کوئی جانور — اس کی لی جاتی ہے ڈنڈے سے خبر

اور پاؤں سے کچلتے ہیں مجھے — کیا ہی عزت سے بڑھاتے ہیں تجھے

چاہتے ہیں تجھ کو سب کرتے ہیں پیار — کچھ پتا اس کا بتا اے دوستدار

اس سے پودے نے کہا یوں سر ہلا — گھاس سب بیجا ہے یہ تیرا گلا

مجھ میں اور تجھ میں نہیں کچھ بھی تمیز — صرف سایہ اور میوہ ہے عزیز

فائدہ اک روز مجھ سے پائینگے — سایے میں بیٹھینگے اور پھل کھائینگے

ہے یہاں عزت کا سہرا اُسکے سر | جس سے پہنچے نفع سب کو بیشتر

یاد کرو تلفظ اور معنی

اِتّفاقاً طریق حیات تمیز عزیز بیشتر

(۹) سلطان جلال الدین خلجی

۱- جلال الدین عہد بلبن کے سرداروں میں سے تھا جب بلبن کا پوتا کیقباد مے نوشی کی کثرت سے لقوہ۔ فالج میں مبتلا ہوگیا۔ تو جلال الدین تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد کوشک لعل میں گیا جو سلطان بلبن کا دیوان خاص تھا۔ وہاں پہنچ کر دستور قدیم کے موافق گھوڑے سے اُتر پڑا۔ مقربان خاص میں سے ایک نے سبب پوچھا تو کہا کہ میں اِس مکان کا ادب اِس لئے کرتا ہوں کہ وہ میرے آقا کا بنوایا ہوا ہے۔ مجھے اپنی جان کے خوف سے مجبوراً بادشاہ بننا پڑا۔ ورنہ میں کہاں اور تخت شاہی کہاں؟"

۲- وہ اپنے قدیم دوستوں سے ہمیشہ اسی بے تکلفی کے ساتھ ملتا رہا۔ جو حصول سلطنت سے پہلے تھی۔ نہایت سادہ مزاج۔ راستباز اور رحمدل آدمی تھا۔ یہاں تک

کہ بعض اوقات اُس کی رحمدلی سلطنت کے نظم و نسق میں بھی خلل انداز ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک بار قلعۂ رنتھنبور کو فتح کرنے سے صرف اِس واسطے چھوڑ دیا کہ بندگانِ خدا کا خون نہ بہے ۔

۳۔ وہ اکثر موقعوں پر قہر و غضب کے بجاے احسان و مروت سے کام لیتا تھا چنانچہ باغیوں کے ساتھ وہ سلوک کیا جو وفادار جاں نثار دوستوں کے ساتھ کرنا چاہئیے۔ اِس بادشاہ نے سلطان بلبن کے بھتیجے کو کڑا مانک پور جاگیر میں دے دیا تھا۔ مگر کسی سبب سے وہ باغی ہوگیا۔ اور بادشاہی فوج سے مقابلہ کر بیٹھا ۔

۴۔ آخر کار وہ اور اُس کے رفقا گرفتار کرکے بادشاہ کے حضور میں لائے گئے۔ اِس خدا ترس رحم دل نے فوراً سب قیدیوں کی مشکیں کھلوا دیں۔ اُن کو غسل کرایا۔ نیا لباس پہنایا۔ عطر لگایا اور نہایت لطف و عنایت سے اپنے ساتھ بٹھاکر کھانا کھلایا ۔

۵۔ جب آب و طعام سے فراغت پاچکے۔ تو باغی جاگیردار کے رفیقوں سے خطاب کیا کہ "اگرچہ تم میری فوج سے لڑے ہو۔ مگر میں تمھاری اُس وفاداری اور نمک حلالی

سے نہایت خوش ہؤا جو تم نے اپنے آقا کی رفاقت میں کی ہے"
غرض اتنی خاطر و مدارات کی کہ وہ لوگ اپنے کردار سے بہت
نادم اور منفعل ہوئے۔ اس کے بعد اُن کا قصور معاف کیا اور
بلبن کے بھتیجے کو ملتان کے علاقے میں جاگیر دیکر رخصت کر دیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

مروّت	نسق	آقا	جلوہ افروز	مے نوشی
خلل انداز	شہباز	کوشک	لقوہ	رفقا
نظم	مقرب	فالج	طعام	جان نثار
	منفعل	باغی	قہر	

(۱۰) سلطان فیروز

۱۔ فیروز کا باپ سلطان غیاث الدین کا حقیقی بھائی اور
سپہ سالار تھا۔ ابھی فیروز کی عمر پورے سات برس کی بھی
نہ ہونے پائی تھی کہ یتیم ہو گیا۔ مگر چچا نے اُس کے سر پر
دستِ شفقت رکھا۔ اور باپ سے زیادہ اُس کی تعلیم و تربیت
میں سعی فرمائی۔ آداب سلطنت اور آئینِ حکومت کے اسرار
سے اُس کو ماہر کیا۔

۲- جب اٹھارہ برس کا سن ہُوا تو شفیق چچا نے بھی رحلت کی - اب چچا زاد بھائی محمد تغلق بادشاہ ہُوا - اس نے بھی اس نوجوان بھائی کے حال پر ہمیشہ نظر عنایت رکھی - یہاں تک کہ دمِ آخر وصیّت کی کہ میرے بعد تاج و تخت کا وارث میرا عزیز اور لائق بھائی فیروز ہے ؛

۳- دوسرے دن تمام اُمرا - عُلما - اور صلحا اُسکی خدمت میں حاضر ہوئے اور تخت سلطنت پر اجلاس کرنے کی درخواست کی - ملک فیروز نے جواب دیا کہ "صاحبو! اوّل تو اِس بارگراں کے اُٹھانے کی مُجھ میں قابلیت نہیں دوسرے میرا قصد ہے حج بیت اللہ کا پس مُجھ کو معاف رکھیے" ؛

۴- مگر جب لوگوں کا اصرار حد سے زیادہ پایا - تو اُٹھکر وضو کیا اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ دُعا مانگی کہ "خدایا! تیری اعانت کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں پا سکتا میں اِس بارِ عظیم کو محض تیری حفظ و حمایت کے بھروسے پر اُٹھاتا ہوں - تو ہی میری مدد کر" یہ کہہ کر تاج شاہی پہنا مگر ماتمی لباس نہ اُتارا - مُقرّبانِ خاص نے تبدیل لباس کے لئے التماس کیا - تو فرمایا کہ "یہ اُس شخص کے ماتم کا

لباس ہے جو میرا باپ۔ اُستاد۔ مربّی اور آقا تھا۔ ممکن نہیں کہ جاہ و سلطنت کی مسرّت اُس کی جدائی کے غم کو بُھلا دے سکے۔

۵۔ وہ بڑا رعایا پرور۔ نیک نفس اور رحمدل بادشاہ تھا۔ پہلا کام اُس نے یہ کیا کہ تغلق کے زمانے کا زرِ تقاوی جو رعایا کے ذمّے واجب الادا تھا۔ یک لخت معاف کر دیا۔ ایک بار اُس نے ملک سندھ پر فوج کشی کی تھی۔ سندھیوں نے شاہی فوج کی تباہی کا یہ سامان کیا کہ فصل ربیع کی زراعت جو تیار تھی خود برباد کر دی۔ جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو فیروز شاہ نے دوسرے ملک سے غلہ خرید کر منگوا لیا۔ اور غلہ جاری رکھا۔ اتفاق سے چار ہزار آدمی غنیم کے گرفتار آ گئے۔ اگرچہ ان لوگوں نے شاہی فوج کو فاقے مارنے کی تدبیر کی تھی۔ مگر اُس فیاض نے اُن کو خوب شکم سیر کھانا کھلایا۔

۶۔ یہ بادشاہ تکلّف اور اِسراف کو بہت ناپسند کرتا تھا۔ خود بھی موٹے کپڑے عام آدمیوں کے سے پہنتا تھا۔ چاندی سونے کے ظروف اور جواہرات کے استعمال کی بھی ممانعت کر دی تھی۔ اُس نے نگرکوٹ سے چند فاضل پنڈت

بلواکر سنسکرت کی بعض کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا تھا
اُسکو عمارتوں کا بھی بڑا شوق تھا۔ سرائیں۔ خانقاہیں۔ مسجدیں اکثر
بنوائیں۔ آبپاشی کے لئے نہریں کھدوائیں۔ بیشمار باغات لگوائے۔ کئی
شہر آباد کیے۔ چنانچہ جونپور اُسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ بعض حرکات
اُس کی ایسی تھیں۔ جو اُس کے ضعفِ عقل پر دلالت کرتی ہیں
مثلاً فال۔ شگون۔ اور خواب کی تعبیر کا بڑا معتقد تھا۔ اور اہلکاروں
کی رشوت ستانی سے دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا تھا۔

یاد کرو لفظ اور معنی

یتیم	رحلت	صلحا	تقاوی	انصراف
تعمیر	وصیت	مُربی	پایۂ تخت	ظروف
معتقد	ماہر	بیت اللہ	نیک نفس	شکم سیر
خانقاہ			رشوت ستانی	

(۱۱) کوشش کیے جاؤ

از مؤلف

دوکان اپنی بند کر کے رہا بیٹھ جو — تو دی اُس نے بالکل ہی لٹیا ڈبو
نہ بھاگو کبھی چھوڑ کر کام کو — توقع تو ہے خیر جو ہو سو ہو

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو!

جو پتھر پہ پانی پڑے متّصل	تو گھس جائے بے شبہ پتھر کی سِل
رہو تم اگر تم یونہیں مستقل	تو اک دن نتیجہ بھی جائیگا مِل
	کیے جاؤ کوشش مرے دوستو!
اگر طاق میں تم نے رکھدی کتاب	تو کیا دوگے کل امتحاں میں جواب
نہ پڑھنے سے بہتر ہے پڑھنا جناب!	کہ ہو جاؤگے ایک دن کامیاب
	کیے جاؤ کوشش مرے دوستو!
نہ تم ہچکچاؤ نہ ہرگز ڈرو	جہاں تک بنے کام پورا کرو
مشقت اٹھاؤ مصیبت بھرو	طلب میں جیو جستجو میں مرو
	کیے جاؤ کوشش مرے دوستو!
جو تم شیر دل ہو تو مارو شکار	کہ خالی نہ جائے گا مردوں کا وار
مشقت میں باقی نہ رکھنا ادھار	جو ہمت کروگے تو بیڑا ہے پار
	کیے جاؤ کوشش مرے دوستو!
جو بازی میں سبقت نہ لیجاؤ تم	خبردار! ہرگز نہ گھبراؤ تم
نہ ٹھٹکو نہ جھجکو نہ پچھتاؤ تم	ذرا صبر کو کام فرماؤ تم
	کیے جاؤ کوشش مرے دوستو!
مقابل میں خم ٹھوک کر آؤ ہاں	پچھڑنے سے ڈرتے نہیں پہلواں
کرو پاس تم صبر کا امتحاں	نہ جائیگی محنت کبھی رائیگاں
	کیے جاؤ کوشش مرے دوستو!

تردد کو آنے نہ دو اپنے پاس	ہے بیہودہ خوف اور بیجا ہراس
رکھو دل کو مضبوط! قائم حواس	کبھی کامیابی کی چھوڑو نہ آس
کیے جاؤ کوشش مرے دوستو!	
کرو شوق و ہمت کا جھنڈا بلند	کوداؤ اُولو العزمیوں کا سمند
اگر صبر سے تم سہوگے گزند	تو کہلاؤ گے ایک دن فتحمند
کیے جاؤ کوشش مرے دوستو!	

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُتّصِل مُستَقِل سَبقَت اُولُوالعَزم سَمَند گَزَند

(۱۳) نور جہاں بیگم

۱- اس بیگم کا نام مہرالنسا خانم تھا- جب شہنشاہ جہانگیر سے شادی ہوئی نور محل اس کا لقب ہوا- پھر نور محل سے نور جہاں خطاب پایا چنانچہ آج تک اسی نام سے مشہور و معروف ہے ؂

۲- یہ بیگم ایران کے ایک معزز خاندان کی بیٹی تھی- ایک زمانے میں اس کا دادا (خواجہ محمد) شاہ ایران کا وزیر تھا- اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے مرزا غیاث کا ستارہ کچھ ایسا نحوست میں آیا کہ روٹیوں کو محتاج ہوگیا

آخر تنگ آکر وطن کو ترک کیا اور تلاش معاش کے لئے ہند کی جانب روانہ ہُوا ❖

۳- اثنائے راہ میں قندھار کے قریب اُس کے ہاں یہ لڑکی پیدا ہوئی۔ اُس پر دو تین دن کا فاقہ تھا۔ ایسی مصیبت اور بے سامانی کی حالت میں ماں باپ کو اُس کی پرورش دو بھر معلوم ہوئی۔ ناچار کلیجے پر پتھر رکھ اُس لخت جگر کو رستے میں ڈال آگے بڑھے۔ اُس وقت تو اُس لڑکی کی ولادت اُن کو منحوس معلوم ہوئی۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ ایک دن یہ اقبال مند لڑکی ایک نامور عظیم الشان ملکۂ ہند بنے گی ❖

۴- جب نور جہاں کے والدین اُس کو جنگل میں چھوڑ کر آگے چلے۔ تو پیچھے سے ایک قافلہ پہنچا اور اُس معصوم کو یوں جنگل میں پڑا دیکھ کر ایک سوداگر کو ترس آیا۔ وُہ کفیل پرورش ہُوا اور اُس کی ماں ہی کا کچھ مہینہ کرکے دودھ پلانے اور پالنے کو مقرر کیا ❖

۵- غرض اِس طور سے نور جہاں اور اُس کے ماں باپ ہند میں پہنچے اور اُسی سوداگر کے ذریعے سے جس نے لڑکی کی پرورش اپنے ذمّے لی تھی۔ مرزا غیاث کی

رسائی اکبر کے دربار تک ہوگئی۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں نور جہاں کے باپ اور بھائی نے دربار شاہی میں بہت کچھ رسوخ حاصل کرلیا اور اس کی ماں بے تکلف محل شاہی میں آنے جانے لگی ﴿

۶۔ جب نور جہاں جوان ہوئی۔ تو اکبر نے اس کی شادی ایک ایرانی نوجوان شیر افگن سے کرادی اور اس کو بردوان کا حاکم مقرر کر دیا۔ مگر جہانگیر کے عہد میں خود بادشاہ کے ایما سے شیر افگن مارا گیا اور اس کی بیوہ شاہی محل میں داخل ہوکر بادشاہ کی ماں کی مصاحب مقرر ہوئی۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ کے نکاح میں آئی اور ملکہ نور جہاں کہلائی ﴿

۷۔ صورت اور سیرت کی خوبیوں کے علاوہ وہ نہایت عاقل ہوشیار اور سلیقہ مند عورت تھی۔ اس نے بادشاہ کے مزاج کی بہت اصلاح کی۔ تُند خوئی اور غصّے کو دھیما کیا۔ شراب کم کرادی۔ سلطنت کے کار و بار کو خود سنبھال لیا۔ روپیہ اور اشرفی کے سکّے میں بادشاہ کے نام کے ساتھ اس کا نام بھی شامل تھا۔ زیور۔ لباس اور کھانوں میں نئی نئی ایجادیں کیں۔ وہ بڑی شاعرہ لطیفہ سنج اور حاضر جواب

تھی۔ گھوڑے کی سواری اور فنونِ سپہ گری میں بھی اُس کو خوب مہارت تھی ؎

۸۔ ایک روز بادشاہ مع بیگم کے شکارگاہ میں تھا وہاں قراولوں نے چار شیر گھیر رکھے تھے۔ جس وقت شیر نظر آئے۔ تو نور جہاں بیگم نے جو ہاتھی کی عماری میں سوار تھی۔ بادشاہ سے التماس کیا۔ "اگر حکم ہو تو میں اِن شیروں پر بندوق چلاؤں!" بادشاہ نے اجازت دی۔ اُن میں سے دو کو بندوق کی دو گولیوں سے گرا دیا اور دو کا کام دو دو تیروں سے تمام کیا ؎

۹۔ یہ پھرتی اور نشانہ بازی دیکھ کر بادشاہ کو بھی حیرت ہوئی۔ کہ چھ نشانے پیہم لگائے جن میں سے ایک بھی خطا نہ ہوا اُسی وقت بادشاہ کے حکم سے ہزار اشرفیاں نثار کی گئیں اور ایک پہنچی الماس کی جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی۔ اِس کام کے صلے میں بیگم کو مرحمت ہوئی ؎

۱۰۔ جب جہلم کے کنارے جہانگیر بادشاہ کو مہابت خاں نے قید کر لیا تھا۔ تو بیگم نے تمام سرداروں کو بُلا کر لعنت ملامت کی۔ کہ "تم نے اپنے جیتے جی اپنے آقا کو کیوں گرفتار

ہو جانے دیا۔ پھر تمام فوج کو ساتھ لے کر بادشاہ کی رہائی کے لئے مہابت خاں کی سپاہ پر حملہ کیا +

۱۱۔ بیگم خود تیر و کمان لے کر ہاتھی کے ہودہ میں بیٹھی سب سے پہلے اپنا ہاتھی دریا میں ڈالا اور لڑتی بھڑتی خیمہ گاہ تک پہنچی۔ مگر بدقسمتی سے اُس کی فوج نے شکست کھائی تمام سردار اور سپاہی بھاگ گئے۔ یہ حال دیکھ کر خود بھی بادشاہ کے پاس قید میں چلی گئی اور وہاں پہنچ کر اپنی دانشمندی سے ایسا بندوبست کیا کہ بادشاہ کو مہابت خاں کی قید سے صاف چھڑا لیا +

۱۲۔ جب جہانگیر مر گیا۔ اور اُس کے سہاگ بھاگ کا زمانہ ختم ہوا۔ تو بارہ برس سوگ کی حالت میں کاٹے اور بعدِ انتقال بمقام لاہور اپنے شوہر کے پہلو میں مدفون ہوئی +

یاد کرو تلفّظ اور معنی

مُعَزَّز	عَظِیمُ الشّان	اِیما	فُنُون	نِثار
مَعصُوم	تکفِیل	سِیرت	تُندخُوئی	صِلَہ
لَختِ جگر	رُسُوخ	لَطِیفہ سَنج	قَراوُل	مَدفُون

(۱۳) دو مکھیاں

از مؤلف

ایک مکھی کہ ہے بڑی احمق
کوتہ اندیش لالچی نادان
گر پڑی شیرے پہ حرص کے مارے
آنکھ اُس کے ہی سینے کی پھُوٹ گئی
آخرش پھنس کے رہ گئی مکھی
ایک مکھی ہے سخت دور اندیش
اُس پہ غالب نہیں ہوسناکی
کہیں مصری کی جب ڈلی پائی
گرچہ اُس کام میں لگی کچھ دیر
سیر ہوتے ہی اُڑ گئی پھُر پھُر

فکرِ انجام اُسے نہیں مطلق
دیتی پھرتی ہے مفت اپنی جان
پاؤں اور پر لتھڑ گئے سارے
اُکھڑے بازو تو ٹانگ ٹوٹ گئی
کیا حماقت کی چاشنی چکھی
سوچ لیتی ہے کام کا پس و پیش
گرم پرواز ہے یہ چالاکی
تو یہ آہستگی اُتر آئی ہے
چاٹ کر ہو گئی مگر وہ سیر
دُور بینی کا اُس کو یاد ہے گُر

کس مزے سے گزارتی ہے دن
شکر کا گیت گاتی ہے بھن بھن

یاد کرو تلفّظ اور معنی

انجام کوتہ اندیش دُور اندیش ہوسناکی
دُور بینی

(۱۴) کوئلے کی کان

۱- بعض ملکوں میں کان کھود کر ایک قسم کا کوئلہ نکالا جاتا ہے۔ جو پتھر کا کوئلہ مشہور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ پتھر نہیں بلکہ نباتات کی قسم سے ہے۔ یورپ اور امریکہ کی اکثر ولایتوں میں یہ کوئلہ نکلتا ہے۔ مگر نہایت عمدہ قسم کا کوئلہ انگلستان کا ہوتا ہے۔ انگلستان کے لئے اس کوئلے کی کان گویا دولت کی کان ہے۔ تمام دُخانی کلوں کے کارخانے اور دُخانی کشتیاں اسی کے وسیلے سے جاری ہیں۔ اور چونکہ وہ سرد خطہ ہے۔ اس لئے کھانا پکانے اور مکان کو گرم رکھنے کے لئے بھی یہ کوئلہ کام دیتا ہے ⁂

۲- کوئلے کی کان کھودنے کو بڑی عقل و حکمت درکار ہے۔ کلوں کے وسیلے سے کھودا اور نکالا جاتا ہے۔ اوّل ایک گہرا غار کوئلے کے مخزن تک کھودتے ہیں۔ پھر وہاں کا پانی کل کے وسیلے سے نکال کر باہر پھینک دیتے ہیں اس کے بعد کوئلہ کھدنا شروع ہوتا ہے۔ بیچ میں کوئلہ کے ستون چھوڑتے جاتے ہیں۔ تاکہ اوپر کی زمین بطور چھت کے قائم رہے۔ ستون ایک دوسرے کے محاذی

اور برابر فاصلے پر ہوتے ہیں ؛
۳۔جب دُور تک اندر ہی اندر کان کھُد جاتی ہے تو نہایت خوبصورت گھر کے مانند معلوم ہوتی ہے۔تمام کوئلہ ایک ہی جگہ نہیں مِلتا۔بلکہ اُس کی شاخیں اطراف زمین میں پھیلی ہوئی مِلتی ہیں۔اِس لئے کان کے اندر مختلف سمتوں میں ستون اور حُجرے بن جانے سے ایک بڑا شہر سا معلوم ہوتا ہے ؛

۴۔کان کے اندرونی رستے نہایت تیرہ و تار ہوتے ہیں۔وہاں نہ روز روشن کا اثر ہوتا ہے نہ شب ماہ کی خبر۔ ہر دم اندھیرا گھُپ رہتا ہے۔اِس لئے کام کرنے کے مقامات پر جابجا روشنی کا اہتمام رکھتے ہیں ؛

۵۔جب کان دُور تک پہُنچ جاتی ہے۔تو کوئلہ بیلوں اور گھوڑوں کے ذریعے سے اُس کے دہانے تک پہُنچایا جاتا ہے اِنھیں ستونوں کے اندر لدے لدائے جانور آتے جاتے ہیں زمین کے نیچے ہی گھوڑے بیلوں کے لئے اصطبل اور تھان بناتے اور وہیں اُن کے لئے دانہ چارہ پہُنچاتے ہیں۔ صرف ہفتے کے روز جانوروں کو تعطیل مِلتی ہے ؛

۶- کان کے اندر کی ہوا نہایت خراب ہوتی ہے- اِس لئے تازہ ہوا کَل کے ذریعہ اوپر سے پہنچائی جاتی ہے- تھوڑی دُور تک اُس کے اندر چراغ لے جاسکتے ہیں- مگر زیادہ اندر کی طرف چراغ یا آگ جائے تو ہوا مشتعل ہوکر تمام کان کو اُڑا دے- اور جو اُس کے اندر ہو- اُس کی وہیں قبر بنا دے-

۷- کبھی کبھی آتشزدگی کا حادثہ بھی ہوجاتا ہے- اُس وقت بڑا دھماکا ہوتا ہے- اور بہت سے کام کرنے والے دب کر مرجاتے ہیں- زمانۂ سابق میں ایسے حادثے اکثر ہُوا کرتے تھے- مگر اب تو مُدت سے ایک قسم کی محفوظ لالٹین خاص کان کے اندر کام کرنے کے لئے ایجاد ہوگئی ہے- جس میں آگ لگ جانے کا اندیشہ نہیں ÷

۸- ہندوستان میں بھی ضلع بردوان و سلہٹ کے علاقے میں کافی کوئلہ نِکلتا ہے- جو ریل کے انجنوں میں جلایا جاتا ہے- اگر یہ قدرتی کوئلہ نہ مِلتا- تو لکڑی بہت ہی گراں ہوجاتی- غرض کوئلہ بھی ایک قدرتی دولت ہے- جو تہِ زمین کے اندر دھات اور جواہرات کی طرح مدفون ہے ÷

یاد کرو تلفظ اور معنی

نَباتات تار تِیرہ مَخزن
مُشتعِل مُحاذی تَجربہ آتش زدگی

(۱۵) دُمدار سِتارے

۱۔ کبھی کبھی آسمان میں دُمدار سِتارہ نظر آتا ہے۔ جس کو دیکھ کر عام لوگ خوف کرتے اور اپنی خام خیالی سے اس کو قحط وبا یا انقلابِ حکومت یا کسی ایسے ہی بڑے حادثے کا موجب سمجھتے ہیں +

۲۔ ستارہ شناسوں نے دریافت کیا ہے کہ اِس قسم کے ستارے آفتاب کے احاطے میں ۴۵۰ کے قریب ہیں۔ جو کبھی تو آفتاب کے نہایت قریب سے گزرتے ہیں۔ گویا اُس کے اندر داخِل ہو جائیں گے۔ اور کبھی نہایت دُور فاصلے پر نِکل جاتے ہیں +

۳۔ اُن کے ساتھ ایک نورانی دُم لگی رہتی ہے۔ جو آفتاب کی حرارت سے پیدا ہوتی ہے۔ اِس لئے جب وہ قریب آفتاب کے پہنچتے ہیں تو دُم بڑی نظر آتی ہے۔ اور جس قدر دُوری ہوتی جاتی ہے اُسی قدر دم کا حجم گھٹتا جاتا ہے +

۴۔ اُن کی روشنی ذاتی نہیں۔ بلکہ وہ سورج کی روشنی سے چمکتے نظر آتے ہیں۔ اُن کا دَورہ بھی مُدت ہائے دراز کے بعد ہوتا ہے۔ بعض دُمدار ستارے سَو سوا سَو سال بلکہ اِس سے بھی زیادہ عرصے کے بعد نظر آتے ہیں ٭

۵۔ بعض علمائے ہیئت نے دُمدار ستاروں کی نسبت بڑی تحقیقات کی ہے اور اُن میں سے بعض کے طلوع و غروب کا ٹھیک زمانہ بھی معلوم کر لیا ہے ٭

۶۔ غرض ساحت افلاک میں جتنے اجرام انسان کو نظر آتے ہیں۔ اُن تمام میں زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز یہ ہی دُمدار ستارے ہیں۔ مگر لوگوں نے جو بُرے آثار اُن سے منسوب کر رکھے ہیں۔ وہ نِرا وہم ہے۔ جس کی اصل کچھ نہیں ٭

یاد کرو تلفظ اور معنی

خامِ خیالی	بُعد	مُتعیّن	اَفلاک	تعجُّب خیز	آثار
اِنقلاب	حَجم	سَاحت	اَجرام	حیرت انگیز	منسوب

(۱۶) اشعارِ ذوق

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا	جو آپ ہی مر رہا ہو اُس کو گر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا
کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دلِ بدخواہ میں تھا مارنا یا چشمِ بدبیں میں
فلک پر **ذوق** تیرِ آہ گر مارا تو کیا مارا

یاد کرو تلفظ اور معنی

بیدادگر امّارہ نہنگ قلقل مینا بےخبر

(۱۷) قوت کہربائی یا برق یا بجلی

۱۔ مکتبوں میں بعض لڑکے یہ کھیل کھیلا کرتے ہیں۔ کہ کبوتر یا کسی اور جانور کا تازہ پر لے کر اُس کو تختی یا سلیٹ پر رکھتے ہیں۔ ایک ہاتھ سے اُس کی ڈنڈی دبا کر دوسرے ہاتھ کی انگلیاں جلدی جلدی اُس کے اوپر چند بار رگڑتے ہیں ایسا کرنے سے پر کا رواں رواں کھل جاتا ہے۔

۲۔ اُس وقت ایک باریک سوت کا ٹکڑا تھوڑی دور سے اُس پر کو دکھائیں۔ تو وہ دوڑ کر اُس کو چمٹ جاتا ہے اگر اِس حالت میں پر کو دیوار سے لگا دیں تو اُس کا ہر ایک ریشہ دیوار کو پکڑ لیتا ہے۔

۳۔ تم شیشے کو اُون کے کپڑے یا خشک ہاتھ پر رگڑ کر سوت یا کاغذ کا ہلکا سا ٹکڑا اس کے قریب لاؤ۔ تو وہی تماشا نظر آئے گا۔ جو پہلے رگڑنے سے نظر آیا تھا۔ یہی قوت مقناطیس میں ہوتی ہے۔ جو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے ٭

۴۔ تم یہ تماشا دیکھ کر غالبًا تعجب کروگے۔ کہ یہ کیسا طلسم اور کیسا شعبدہ ہے۔ حقیقت میں نہ تو یہ طلسم ہے۔ اور نہ شعبدہ۔ بلکہ ایک قدرتی خاصہ ہے جس سے تم ناواقف ہو۔ اسی کو قوتِ کہربائی یا برق یا بجلی کہتے ہیں ٭

۵۔ اہل تحقیق نے دریافت کیا ہے کہ زمین و ہوا اور تمام اشیا کے اندر جو اُن میں ہیں۔ ایک نہایت لطیف چیز پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن ہر چیز میں وہ ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض چیزوں میں کبھی کبھی اُس کا جلوہ بڑی چمک دمک سے نظر آتا ہے ٭

۶۔ برق کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر وہ ایک شے میں زیادہ اور دوسری میں کم ہو اور وہ دونو چیزیں متصل ہوجائیں۔ تو فورًا ایک میں سے نکل کر وہ دوسری میں داخل ہوتی ہے۔ تاکہ دونو جسموں میں اس کی مقدار مساوی ہوجائے۔ جب اُس کی موج رواں ہوتی ہے۔ تو

ایک چیز سے دوسری میں سرایت کرتی ہے۔ اس وقت ایک تیز روشنی اور مہیب آواز پیدا ہوتی ہے ✣

۷۔ دو ایسے بادل جن میں برق کم و بیش ہو۔ قریب ہوتے ہیں۔ تو تم چمک اور کڑک معلوم کرتے ہو۔ جس وقت بجلی ابر سے زمین کی کسی چیز میں یا زمین کی چیز سے بادل میں داخل ہوتی ہے۔ تو یہی تماشا اُس وقت بھی ظہور میں آتا ہے ✣

۸۔ اِس قوت کی خاصیتیں زیادہ تر اسی صدی میں دریافت ہوئی ہیں۔ اور اُن کے معلوم ہوجانے سے چند ایسے مفید اختراعات ہوئے ہیں۔ جو انسان کے لئے نہایت کار آمد ہیں۔ تار برقی کا نسا جال جو اب دنیا کے اکثر حصّوں میں پھیلا ہُوا ہے۔ اور جس کے ذریعے سے دم دم کی خبریں دور دراز ملکوں کی معلوم ہوجاتی ہیں۔ وہ اسی قوّت کی برکت کا ظہور ہے ✣

۹۔ ایک اور آلہ ایجاد ہوا ہے جس کی وساطت سے سیکڑوں کوس تک آواز پہنچ جاتی ہے اور باہم بات چیت ہوسکتی ہے۔ ایک اور آلہ ہے جس کے وسیلے سے آدمی کے الفاظ بجنسہ محفوظ رہتے ہیں۔ جب چاہو اُس میں سے

وہی بات سُن لو جو برسوں پہلے کہی گئی تھی۔ بعض بیماریوں کے معالجہ میں بھی قوت برقی سے کام لیا جاتا ہے ٭

۱۰۔ غرض قدرتی خزانے انھیں معمولی چیزوں میں دبے پڑے ہیں۔ جس قدر انسان اُن سے وقوف و شعور حاصل کرتا ہے اُسی قدر فیض و فائدہ اُٹھاتا ہے ٭

یاد کرو تلفظ اور معنی

مقناطیس	خاصہ	خواص	اختراعات	معالجہ
طلسم	لطیف	مساوی	غائیت	سرایت
شعبدہ	برق	موجب	برخشیم	وساطت

(۱۸) اشعارِ پند

ہیں یہ سارے جیتے جی کے واسطے
آدمی سہتا ہے کیا کیا ذلتیں
کیوں دیے ہیں تو نے قسّامِ ازل
غم نے اس درجہ کیا دل میں ہجوم
رنج و اندوہ و ملال و درد و غم
بیکسی میرے لیے پیدا ہوئی
کیجیے ہر دم عبث تن پروری

کون مرتا ہے کسی کے واسطے
نفس مردود قوی کے واسطے
رنج لاکھوں ایک جی کے واسطے
جا نہیں ہے خرمی کے واسطے
صدمے ہیں یہ آدمی کے واسطے
میں بنا ہوں بیکسی کے واسطے
اے اجل کس زندگی کے واسطے

یاد کرو تلفظ و معنی

نَفس مَردُود شَقی قِیامِ اَزَل خُرَّمی اَندُوہ مَلال اَجَل

(۱۹) کفایت شعاری

۱۔ بعض آدمیوں کو اپنے بزرگوں کی میراث اس قدر مل جاتی ہے کہ وہ اُس کی آمدنی سے بغیر محنت کیے اپنا گزارہ بخوبی کر سکتے ہیں لیکن دُنیا میں زیادہ تر ایسے آدمی ہیں۔ جو اپنی ذاتی محنت کی اُجرت سے بسر کرتے ہیں ٭

۲۔ میراث کی آمدنی یا اپنی محنت کی اُجرت سے وہی لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں جو نیک چلن اور دُور اندیش ہوتے ہیں کیونکہ نیک چلنی انسان کو معاش پیدا کرنے پر آمادہ کرتی۔ اور دُور اندیشی خرچ کرنے کا طریقہ سکھاتی ہے ٭

۳۔ دُور اندیش آدمی آمد اور خرچ کو اپنی نظر میں رکھتا ہے۔ وہ آگے اور پیچھے دونو طرف دیکھتا رہتا ہے۔ وہ بے ضرورت خرچ کرنے کو سخت گناہ جانتا ہے۔ اگر آمدنی کم ہوتی ہے۔ تو اپنی ضرورتوں کو مختصر کر دیتا ہے۔ حتی الامکان کچھ نہ کچھ بچاتا ہے۔ تاکہ بیکاری۔ بیماری۔ قحط

اور اتفاقی ضرورتوں کے وقت کام آئے۔ وہ موقع پر دوسروں کی دستگیری کرتا ہے۔ ایسا آدمی کفایت شعار کہلاتا ہے۔

۴۔ جو شخص کم فہم اور کوتاہ اندیش ہیں۔ وہ آگا پیچھا کچھ نہیں دیکھتے نہ آمد کی خبر رکھتے ہیں نہ خرچ کی۔ وہ ضروری اور فضول کاموں میں کچھ تمیز نہیں کرتے۔ صرف موجودہ حالت کو دیکھتے ہیں۔ بچوں کی طرح اپنی ہوا و ہوس پورا کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ اتفاقی ضرورتوں کے واسطے کچھ نہیں بچاتے اس لئے بہت جلد مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں ایسے لوگ فضول خرچ یا مُسرف کہلاتے ہیں۔

۵۔ کفایت شعاری اختیار کرنے اور فضول خرچی سے بچنے کے لئے چند باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اپنی آمدہ خرچ کا حساب رکھو۔ بیجا خرچ سے فوراً ہاتھ روک لو۔ کوئی شے (کیسی ہی ارزاں ہو) بلا ضرورت ہرگز نہ خریدو۔ جو خرچ محض شیخی جتانے۔ فخر کرنے اور اترانے کی غرض سے کیے جاتے ہیں اُن میں ایک خرمُہرہ کا اُٹھا دینا بھی گناہ سمجھو۔ جو کچھ خریدو نقد والوں سے خریدو۔ قرض کے طور پر کوئی چیز ہرگز نہ لو۔ اگرچہ تھوڑی دیر کے واسطے ہو۔

۶۔ غریب آدمی جو اپنی محنت کی اُجرت سے گزران

کرتے ہیں۔ اگر وہ کفایت شعاری کے طریقے پر چلتے۔ اور اپنی آمد میں سے کچھ پس انداز کرتے رہتے ہیں۔ تو ایک دو نسلوں کے بعد اُن کی اولاد اچھی خاصی دولتمند بن جاتی ہے۔ اِسی طرح جو دولتمند فضول خرچی کی بلا میں مُبتلا ہوجاتے ہیں۔ وہ بہت جلد مُفلس اور تہیدست ہوکر گداگری یا بد معاشی کرنے لگتے ہیں ؛

۷۔ اکثر غریب آدمی ایسے ہیں جو کفایت شعاری کرکے کچھ پس انداز کرسکتے ہیں۔ مگر اُس کے محفوظ رکھنے کا موقع اُن کو نصیب نہیں۔ ایسے لوگوں کی آسانی کے واسطے سرکار نے ہر ڈاک خانے میں امانت رکھنے کا انتظام کردیا ہے۔ کم سے کم چار آنے تک وہاں جمع ہوسکتے ہیں۔ ساڑھے تین روپیہ فی صدی منافع بھی ملتا ہے۔ جمع کی ہوئی رقم میں سے ہفتے میں ایک بار (جس قدر چاہو) واپس لے سکتے ہو۔ روپیہ جمع کرنے والے کو ایک کتاب مِل جاتی ہے۔ اُس میں وصول باقی کا حساب لکھا جاتا ہے ؛

یاد کرو تلفظ اور معنی

مِیراث کِفایت شِعار مُسرِف مُبتلا پس انداز
حتّی الامکان ہوا خرمُہرہ تہیدست

حکایت (۲۰)

۱۔ ایک مچھر جاڑے کی فصل میں سردی اور فاقہ میں تکلیف سے عاجز آکر شہد کی مکھیوں کے پاس بھیک مانگنے گیا اور نہایت منت وزاری سے کہنے لگا "اے خوش قسمت مکھیو! خدا تعالیٰ نے تم کو خالص شہد کا اتنا ذخیرہ عطا کیا ہے کہ مزے سے بیٹھی نوش کرتی ہو۔ اگر دو چار قطرے اس بے نوا عاجز کو خیرات کے طور پر دے دو گی۔ تو تم کو بڑا ثواب ہو گا"۔

۲۔ شہد کی مکھیوں میں سے ایک مکھی نے پوچھا "میاں مچھر! بہار کی فصل میں تم نے اتنی معاش کیوں نہ پیدا کی۔ جو خزاں کے موسم میں تمہارے کام آتی۔ اور یوں در بدر بھیک مانگتے نہ پھرتے" مچھر نے جواب دیا "بی مکھی! میں نے سخت غفلت کی کہ بہار کا سارا موسم رقص و سرود اور عیش و نشاط میں صرف کر دیا۔ جاڑے کی مصیبت کا کچھ خیال نہ کیا۔ اب حسرت کے سوا کچھ علاج نہیں" ۔ سعدی شہید ہی

(ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے

دن عیش کے گھڑیوں میں گذر جاتے ہیں کیسے

۴- مکھی نے کہا: ہمارا طور طریق اور تمہارا اور۔ ہم گرمی کے موسم میں نہایت محنت مشقت سے جاڑے کے واسطے ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔ ایک لمحہ بیکار نہیں کھوتے جب سخت جاڑا پڑتا ہے اور درختوں کے پتے تک جھڑ جاتے ہیں۔ ہم آرام اور اطمینان سے بیٹھے اپنے چھتے میں شہد کھایا کرتے ہیں۔ نہ فاقہ کرتے ہیں نہ کسی کا احسان اٹھاتے ہیں۔ تم نے کام کے دن گانے بجانے میں گنوا دیئے اسی لئے آج گدائی کرتے اور مصیبت بھرتے پھرتے ہو۔

جنھیں دی ہے خدا نے عقل دانا
ہے ان کو آج ہی سے فکر کل کی
مسافر چل پڑا جو آخر شب
تو ہو جاتی ہے منزل اس کی ہلکی

یاد کرو لفظ اور معنی

بے نوا　　خزاں　　سرود　　شیوہ

ثواب　　رقص　　نشاط

(۲۱) آم کی تعریف

از آرائش محفل

کیوں نہ درختوں میں ہو وہ سربلند
ہند کے سب میووں کا سردار ہے
جو مٹھائی اسے اک بار کھائے
اور مٹھائی جو کبھو اِک ذری
آم میں ہے ایک حلاوت عجب
پیٹ بھرے جی نہ پر اُس سے بھرے
ہوتا ہے شیریں تو بہت پال کا
میووں میں ہے فوقیت اُسکے تئیں
شوخ یہ سیندوریے کا رنگ ہے

اُس کا ہے پھل شاہ و گدا کو پسند
رونق ہر کوچہ و بازار ہے
میوے صفاہاں کے سبھی بھول جائے
کھائیے اک بار تو پھر چاہئے جی
رہتی ہے اُس کی تو ہمیشہ طلب
آدمی پھر کھائے نہ تو کیا کرے
لیک ہے ٹپکے کا ہی طُرفہ مزا
باغ میں پھر کیوں نہ ہو بالا نشیں
سیب سمرقند بھی یاں دنگ ہے

میووں میں ہے بس یہی ہر دلعزیز
سیب غلام اُس کا بھی ہے کنیز

یاد کرو تلفظ اور معنی

سربلند صفاہاں حلاوت طُرفہ کنیز سمرقند

(۲۲) محنت سونے سے بہتر ہے

۱۔ ایک زمانے میں یورپ کے باشندے جنوبی امریکہ کو اس تمنا سے جایا کرتے تھے کہ کانہائے سیم و زر سے کھودنے میں اپنی قسمت آزمائی کریں۔ یہی ہوس ملک اسپین کے ایک باشندے کو دامنگیر ہوئی۔ اوّل اپنے بڑے بھائی سے اپنا منصوبہ بیان کیا اور اصرار کے ساتھ درخواست کی۔ کہ "آپ میرے ہمراہ چلیں۔ جو دولت ہاتھ آئے گی۔ حصّۂ مساوی باہم تقسیم کرلیں گے"۔

۲۔ بڑا بھائی نہایت قانع اور دُور اندیش آدمی تھا۔ اُس نے تمام نشیب و فراز سمجھا کر کہا کہ "اس ارادہ میں کامیابی کی توقع بہت کم ہے" لیکن چھوٹے بھائی نے جب اپنی نصیحت کا کچھ اثر نہ دیکھا تو ناچار اُس کی رفاقت پر آمادہ ہوگیا اور کہا کہ "میں تمھاری دولت میں شرکت نہیں چاہتا۔ مجھ کو صرف اتنی اجازت دو کہ کچھ اسباب و آلات اور میرے چند نوکر ساتھ چلیں"۔ اس نے یہ بات مان لی۔ اور جب اس بات کا اطمینان ہوگیا کہ بڑا بھائی ساتھ چلے گا تو اُس نے سفر کی تیاری شروع کردی۔ اور۔ خوشی

خوشی اپنا تمام مال و اسباب اور جائداد بیچ کھوچ کر ایک جہاز خریدا ✦

۳- جب یہ خبر مشہور ہوئی تو چند اور بوالہوس بھی جو اُسی طرح مال و دولت کے حریص تھے۔ اس کے ہم سفر بنے۔ بڑا بھائی بھی تمام آلات کاشتکاری اور غلہ اور ترکاریوں کے تخم جو بوروں میں بند تھے لایا اور اپنے چند ملازموں سمیت اُس کے جہاز پر جا سوار ہوا۔ اگرچہ اس انگڑ کھنگڑ کا لے جانا چھوٹے بھائی کو محض فضول نظر آتا تھا۔ مگر اُس اقرار کے بموجب جو پہلے ہو چکا تھا۔ عذر و انکار مناسب نہ سمجھا ✦

۴- اب جہاز روانہ ہوا اور خدا کے فضل سے ہوا ایسی موافق آئی کہ بغیر کسی حادثہ اور مصیبت کے اُس بندرگاہ پر جا لگا جہاں کا عزم کرکے چلے تھے۔ سب مسافر بخیر و عافیت خشکی میں اُترے۔ بڑے بھائی نے کچھ بھیڑیں اور بیل خریدے اور مع اپنے نوکروں اور آلات و اسباب کے ایک عمدہ قطعۂ اراضی میں جو ساحل بحر سے ملحق تھا قیام کیا اور چھوٹے بھائی سے کہہ دیا کہ میں یہاں نہ تو بود و باش کرنے آیا ہوں نہ دولت کی طمع

مجھ کو لائی ہے۔ بلکہ صرف تمھاری رفاقت کی غرض سے آیا ہوں جب تم سونا لے کر آجاؤ گے۔ تو میں تمھارے ساتھ وطن کو واپس چلوں گا۔

۵۔ سونے کے مشتاقوں نے کان کھودنے والے مزدور نوکر رکھے اور سب سامان ضروری مہیا کرکے اُس نواح کا قصد کیا جہاں سونا نکلتا تھا۔ اثنائے سفر میں چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی سمجھ پر افسوس کرکے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ "دیکھو حضرت نے بیل اور بھیڑیں خریدی ہیں۔ پردیس میں آکر کاشتکاری کا کھڑاگ پھیلایا ہے۔ ہم تو اپنا عزیز وقت یوں اکارت کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر قسمت نے یاوری کی تو اتنا کما لائیں گے کہ کئی پشت تک کافی ہوگا" سب رفیقوں نے اُس کی فراست اور ہمت پر آفرین کی۔ لیکن ایک پیر مرد نے سر ہلاکر کہا "میاں! تمھارا بھائی ایسا نہیں ہے جیسا تم خیال کرتے ہو۔ وہ نہایت عاقبت اندیش آدمی ہے"۔

۶۔ غرض یہ قافلہ دریاؤں کو عبور کرتا۔ دشوار گزار ڈنڈوں سے گزرتا سخت بارش اور تیز دھوپ کی تکلیفیں اٹھاتا جابجا کانِ زر کی جستجو میں پھرتا رہا۔ آخر "جوئندہ یابندہ" ایک

جگہ سونا بافراط نکلا۔ اِس کامیابی نے ایسا مسرور کیا کہ جس قدر کلفتیں اُٹھائی تھیں سب فراموش ہوگئیں۔ مدت تک وہاں کام جاری رکھا۔ لیکن غلے کا ذخیرہ تھوڑا تھا۔ اِس لئے خوراک میں کمی کرنی پڑی۔ اور جب غلہ بالکل نبڑگیا تو بھی اِن لوگوں نے دولت کی خوشی میں ہمت نہ ہاری جنگل کی جڑی بوٹی کھاکر دن کاٹے اور جتنا سونا جمع کیا تھا اُس کو لے کر بندرگاہ کی طرف جوں توں کرکے مُراجعت کی۔ لیکن فاقے کی صُعوبت سے چند ہمراہی اثنائے راہ میں راہی عدم ہوگئے +

۷ - اِس عرصے میں بڑے بھائی نے اپنے نوکروں کی اعانت سے زراعت کا ڈول ڈالا۔ اُس کی سعی ومحنت نے جس کے ساتھ سلیقہ اور تجربہ بھی شامل تھا۔اُس ویرانہ جنگل کو باغ و بہار اور لالہ زار بنا دیا۔ خدا کی عنایت سے فصل اچھی ہوئی۔ ہر جنس کا غلہ اور ہر قسم کی ترکاریاں اِفراط سے پیدا ہوئیں۔ بکریوں نے اتنے بچے دیے کہ ایک بڑا گلہ ہوگیا۔ دودھ مکھن اور پنیر کی کچھ کمی نہ رہی۔ اُس کے نوکروں نے وقت فرصت میں سمندر کی مچھلیوں کا شکار کیا۔ اور نمک شود کرکے ایک انبار جمع کر لیا +

۸- جب چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے پاس پہنچا- تو اُس کی اور اُس کے باقیماندہ ہمراہیوں کی حالت بہت نازک تھی- دو روز سے فاقہ پر فاقہ کیا تھا- پہلی بات جو اُس مصیبت زدہ گروہ نے کہی وہ کھانے کا سوال تھا ۞

۹- بڑے بھائی نے اُن کے واپس آنے سے خوشی تو ظاہر کی اور اُن کو زندہ و سلامت پہنچنے کی مبارکباد بھی دی مگر کھانے کا سوال سُن کر ایسا رُوکھا جواب دیا- جو رشتہ داری اور ہم وطنی ہی کے خلاف نہ تھا بلکہ انسانیت اور خداترسی سے بھی ظاہرا بعید معلوم ہُوا- اُس نے کہا "سنو صاحبو! جب تمھاری دولت سے مجھ کو کچھ سروکار نہیں تو میری کمائی سے تم کو کیا واسطہ؟ جو دانہ دُنکا میں نے اپنی قوتِ بازو سے پیدا کیا ہے میں کیوں مفت دے دوں- اگر تم کو ایسی ہی احتیاج ہے تو سُونا دو اور کھانا لو" ۞

۱۰- اِس کج خلقی- نامہربانی اور بیرحمی پر اُن لوگوں کو بڑا طیش آیا- مگر بھوک کے مارے لبوں پر دم آرہا تھا- ناچار سونے کی ڈلیاں دے کر خریدا اور اپنی جان بچائی- اِسی طور سے ہر روز خرید و فروخت کا معاملہ ہوتا رہا- یہاں تک کہ اُن کا تمام سُونا حوائج ضروری کے بہم پہنچانے میں صرف

ہو گیا۔

۱۱- جب بڑے بھائی کو معلوم ہوا کہ اِن لوگوں کا سرمایہ سب ختم ہو چکا ہے۔ تو کہا "آج کل موسم اچھا ہے۔ ہوا بھی موافق چل رہی ہے۔ بہتر ہے کہ یہاں سے جہاز کا لنگر اُٹھاؤ اور وطن پہنچ کر اہل و عیال کی خبر لو۔ خدا جانے اُن پر کیا گزری اور تمھارے انتظار میں اُن بیچاروں کا کیا حال ہوا"۔

۱۲- چھوٹے بھائی نے نہایت ملول ہو کر جواب دیا کہ "جو کچھ اپنی جان کھپا کر اور صعوبتیں اُٹھا کر ہم نے کمایا وہ تو سب کا سب آپ کی نذر کر چکے۔ اب خالی ہاتھ کیا جائیں۔ اور یگانوں اور بیگانوں کو کیا منہ دِکھائیں؟ اور تم جیسے سنگدل آدمی کے ساتھ جانے سے تو یہیں مر رہنا بہتر معلوم ہوتا ہے"۔

۱۳- یہ رنج آمیز اور مایوسانہ باتیں سُن کر بڑا بھائی ہنستا ہوا اُٹھا اور سارا سونا لا کر چھوٹے بھائی اور اُس کے ساتھیوں کے حوالے کر دیا۔ اور کہا "لو تمھاری دولت تم کو مُبارک ہو۔ میں اِس کا خواستگار ہرگز نہیں ہوں۔ جو بے مروتی اور کج ادائی میں نے برتی اُس میں یہ مصلحت تھی کہ تم اپنی غلطی سے مُتنبّہ ہو جاؤ اور ہمیشہ اِس نصیحت کو یاد رکھو کہ "محنت سونے سے بہتر ہے"۔

۱۴- آخر کار سب لوگ خوش و خرم اپنے وطن کو روانہ ہوئے۔ چھوٹے بھائی نے گھر پہنچ کر چاہا کہ اپنے سونے میں سے نصف حصہ بڑے بھائی کو دے۔ مگر اس عالی ہمت نے پھر وہی جواب دیا۔ "محنت سونے سے بہتر ہے" ۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

اصرار آلات مُلحق فراست صعوبت سرگزشت حقیقی

قانع بوالہوس مُہیّا عُبور آشنا حوائج

نشیب ارضی نوح جوئندہ یابندہ انبار اہل و عیال

فراز ساحل یاوری مرحمت خداترسی مستقبل

(۲۳) بارش کا پہلا قطرہ

از مؤلف

گھنگھور گھٹا تُلی کھڑی تھی
ہر قطرہ کے دل میں تھا یہ خطرہ
تر مجھ سے کسی کا لب نہ ہوگا
کیا کھیت کی میں بجھاؤنگا پیاس
آتی ہے برسنے سے مجھے شرم

پر بوند ابھی نہیں پڑی تھی
ناچیز ہوں میں غریب قطرہ
میں اور کی گوں نہ آپ ہوگا
اتنا ہی کرونگا ستیاناس
مٹی تھی تمام یاں گرم

خالی ہاتھوں سے کیا سخاوت
پھیکی باتوں میں کیا حلاوت

کس برتے پہ میں کروں دلیری
میں کون ہوں کیا بساط میری

ہر قطرہ کے دل میں تھا یہی غم
سرگوشیاں ہو رہی تھیں باہم

کھچڑی سی گھٹا میں پک رہی تھی
کچھ کچھ بجلی چمک رہی تھی

اک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور
ہمت کے محیط کا شناور

فیاض و جواد و نیک نیت
بھڑکی اس کی رگِ حمیت

بولا للکار کر کہ آؤ!
میرے پیچھے قدم بڑھاؤ

کر گزرو جو ہو سکے کچھ احسان
ڈالو مردہ زمیں میں جان

یارو! یہ ہچر مچر کہاں تک
اپنی سی کرو بنے جہاں تک

مل کر جو کروگے جانفشانی
میدان پہ پھیر دوگے پانی

کہتا ہوں یہ سب سے بر ملا میں
آتے ہو تو آؤ۔ لو چلا میں

یہ کہہ کے وہ ہو گیا روانا
دشوار ہے جی پہ کھیل جانا

ہر چند کہ تھا وہ بے بضاعت
کی اس نے مگر بڑی شجاعت

دیکھی جرأت جو اس سخی کی
دو چار نے اور پیروی کی

پھر ایک کے بعد ایک لپکا
قطرہ قطرہ زمیں پہ ٹپکا

آخر قطروں کا بندھ گیا تار
بارش لگی ہونے موسلا دھار

پانی پانی ہوا بیاباں
سیراب ہوئے چمن خیاباں

تھی قحط سے پائمال خلقت
اس مینہ سے ہوئی نہال خلقت

جرأت قطرہ کی کر گئی کام — باقی ہے جہاں میں آج تک نام
اے صاحبو! قوم کی خبر لو — قطروں کا سا اتفاق کر لو
قطروں ہی سے ہوگی نہر جاری — چل نکلینگی کشتیاں تمہاری

یاد کرو ملفظ اور معنی

بساط محیط جواد جانفشانی سیراب
سرگوشی شناور حمیت بضاعت خیابان

(۲۴) اچھا زمانہ آتا ہے

ازمؤلف

تنیگا مسرت کا اب شامیانہ — بجے گا محبت کا نقار خانہ
حمایت کا گا بینگے مل کر ترانہ — کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ

نہ ہم روشنی دن کی دیکھینگے لیکن — چمک اپنی دکھلائینگے اب بھلے دن
رکیگا نہ عالم ترقی کیے بن — کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ

زبان قلم سیف پر ہوگی غالب — دبینگے نہ طاقت سے اہل حق کے طالب
کہ محکوم حق ہوگا دنیا کا قالب — کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ

زمانہ نسب کو نہ پوچھیگا ہے کیا — مگر وصف ذاتی کا ڈنکا بجے گا
اسی کو بڑا سب سے مانے گی دنیا — کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ

لڑائی کو انسان سمجھیں گے ڈائن — تفاخر پہ ہوگی نہ قوموں میں اَن بَن
مشیخت کی خاطر اٹھیگی نہ گردن — کرو صبر۔ آتا ہے اچھا زمانہ

عقیدوں کی مٹ جائیگی سب رقابت
مگر اُن کی بڑھ جائیگی اور طاقت
کریں سب مدد ایک کی ایک مِلکر
لگے ہاتھ سب کا تو اُٹھ جائے چھپّر

مذاہب کو ہوگی تعصّب سے فرصت
کرو صبر۔ آتا ہے۔ اچھا زمانہ
یہی بات واجب ہے ہر مرد و زن پر
کرو صبر۔ آتا ہے۔ اچھا زمانہ

یاد کرو ملفظ اور معنی

مُسرّت	سنّت	تفاخُر	عقیدہ	تعصُّب
ترانہ	قالب	مشیّت	رقابت	زن

(۲۵) نئی دُنیا کا پانا

۱۔ سمندر میں کشتیاں اور جہاز چلانا اور کنارے کے قریب سفر کرنا تو مدت ہائے دراز سے جاری تھا۔ مگر ساحل کو چھوڑ کر بحرِ اعظم کی موجوں میں جہاز ڈالنے کی جُرأت کسی قوم کو نہ تھی۔ کیونکہ اُس وقت تک بڑے سمندر کے اندر سمتوں کا پہچاننا اور منزلِ مقصود کا سُراغ لگانا کسی کو نہ آتا تھا ؛

۲۔ تیرھویں صدی عیسوی میں مقناطیس کی قوّتِ کشش کا قدرتی راز انسان پر منکشف ہُوا اور اُس کی بدولت قطب نما یا قبلہ نما ایک آلہ ایجاد ہوگیا۔ جس میں ایک سوئی کیل پر

گھومتی ہوئی لگائی جاتی ہے۔ اور وہ مقناطیسی خاصیت سے جس کا سبب کوئی نہیں جان سکتا۔ ہمیشہ قطب شمالی کی جانب مائل رہتی ہے ❖

۳۔ جبکہ قطب نما کی وساطت سے شمالی سمت ٹھیک ٹھیک معلوم ہونے لگی۔ تو باقی تین سمتوں کا دریافت ہونا کچھ مشکل نہ تھا۔ اِس طرح فن جہازرانی میں ایک نئی جان پڑ گئی۔ اور حق یہ ہے کہ اِس ڈیڑھ انچ کے چھوٹے سے آلہ کی ایجاد نے انسان کو اُس بحرِ بیکراں کا مالک بنا دیا۔ جو تین چوتھائی کرۂ زمین پر محیط ہے ❖

قطب نما

۴۔ اوّل اوّل اٹلی کے ملّاح اِس قدرتی طلسم سے فائدہ اُٹھاتے رہے۔ اور نہایت احتیاط کے ساتھ یہ راز سربستہ اپنے خاص عزیزوں یا فرزندوں کو مخفی طور پر تعلیم کرتے رہے۔ تاکہ غیر قوموں کو اِس کی ہوا نہ لگے۔

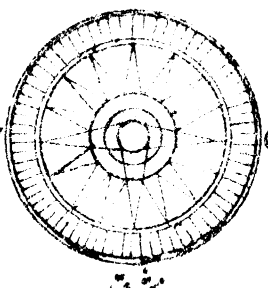

مگر کہاں تک اِخفا کرتے۔ آخرکار دوسری قوموں

کے عیار بھی بے اڑے اور یہاں تک یہ ہنر پھیلا کہ عام ہوگیا۔ پھر تو دل چلے جہازراں بڑے زخار اور عمیق سمندروں کے طے کرنے کا حوصلہ کرنے لگے +

۵ - اس خاصیت کے انکشاف سے دو صدی بعد نامور کولمبس سرزمین اٹلی کے شہر جنیوہ میں پیدا ہوا۔ اور ہوش سنبھال کر پرتگیز ملاحوں کے ساتھ جو اُس زمانے میں اُس فن کے اُستاد تھے۔ بحری سفر کے خوب خوب تجربے کیے +

۶ - اُس زمانے میں ہندوستان کی بےشمار دولت بیش بہا جواہرات اور زر و سیم کے خزانوں کی کہانیاں اہل یورپ کے کانوں میں گونج رہی تھیں اور ہر قوم کے عالی ہمت و بلند حوصلہ اشخاص ہندوستان کی تلاش و طلب میں بیتاب تھے۔ زمانے کی ہوا نے عالی حوصلہ کولمبس کے دل کو بھی ابھارا اور ہند کا سودا اُس کے سر میں پیدا کر دیا +

۷ - اُس کو علم جغرافیہ کے قاعدوں سے یقین ہوگیا تھا کہ زمین ایک مُدوّر کرہ ہے۔ اِس لئے مغرب کو سفر کریں۔ خواہ مشرق کو ہر طرف سے منزل مقصود تک رسائی ممکن ہے۔ اِس کے علاوہ مغربی سمندر میں اُس نے کچھ ایسی لکڑیاں بھی پائی تھیں جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اِس بحر اعظم

کے پار ضرور کوئی سرزمین ہے - مگر علم - ہمت اور استقلال کے سوا غریب کولمبس کے پاس کیا دھرا تھا؟ کہ وہ سفر عظیم کے لئے جہازی بیڑہ تیار کرسکتا - ناچار اُس کو والیان ملک اور صاحبان تخت و تاج سے امداد کی التجا کرنی پڑی ❖

۸ - اول اپنے ہی ملک کے بادشاہ سے درخواست کی مگر کون سنتا تھا - پھر والی پرتگال سے - پھر فرمانروائے برطانیہ سے مدد چاہی - مگر کہیں دال نہ گلی - کیونکہ اُس عہد کے کم عقل وزرا اُمرا اُس کے منصوبے کو سمجھ ہی نہ سکے ❖

۹ - آخر کار شاہ ہسپانیہ کو عرضی دی - اُن دنوں شہر غرناطہ پر اہل اسلام سے اُس کی جنگ ہو رہی تھی اس لئے کچھ التفات اُس وقت نہ ہوا - کچھ دنوں بعد جبکہ بادشاہ فتح کی خوشیاں منا رہا تھا اُس کی درخواست پھر پیش ہوئی - اور ملکۂ ہسپانیہ کی سفارش اور فیاضی سے منظور بھی ہوگئی ❖

۱۰ - ۲۳ ہزار روپیہ سے اُس نے تین جہازوں کا بیڑہ تیار کیا اور آٹھ برس کی متواتر محنت کے بعد سامان سفر مہیا کرکے - ۳ - اگست ۱۴۹۲ء کو اُس والا ہمت ذی حوصلہ ناخدا نے خدا کے نام پر جہازوں کا بادبان کھولا اور لنگر اُٹھا کر غربی

سمت کو خاک ہند کی جستجو میں روانہ ہوا ؁

۱۱- جہاز رانی کا تمام کام اُسی کی رائے و تدبیر اور اُسی کے حکم پر موقوف تھا۔ وہ نہایت سرگرمی سے اپنے کام میں مشغول رہتا۔ نہ رات کو چین تھا نہ دن کو آرام منزل مقصود کی دُھن میں ٹھیک پچھم کی طرف جہازوں کو اُڑائے چلا جاتا تھا۔ مگر جہازیوں کو صحیح نہ بتاتا کہ کتنی مسافت طے ہوئی ہے ؁

۱۲- اکتوبر کی پہلی تاریخ تک اُس نے چھ سو پچاس کوس قطع کیے مگر ہمراہیوں کو چار سو نوّے ہی بتائے۔ کنارے کا اب تک کچھ پتا نشان نظر نہ آتا تھا۔ ایک بحر مواج و ناپیدا کنار میں بڑھے چلے جاتے تھے ناچار تمام جہازی گھبرا گئے اور بیم ہلاکت و خوف تباہی اُن کے دلوں پر ایسا چھایا کہ سب نے جہازوں کا رُخ وطن کی طرف پھیرنے کے لئے سخت اصرار کیا۔ مگر واہ رے کولمبس! تیری ہمت اور تیرا استقلال کہ باوجود اس شور و غوغا اور مزاحمت کے کبھی پست ہمتی کو پاس نہ پھٹکنے دیا۔ اور اپنے عزم بالجزم کے پورا کرنے پر نہایت دلیری سے ثابت قدم رہا۔

۱۳- اُس نے اپنے ہوش و حواس ہمیشہ بجا رکھے۔ بد دِل و غیر مستقل ساتھیوں کو کبھی نرمی سے تھپکتا۔ کبھی گرمی سے جھڑکتا۔ اِس تدبیر سے تھوڑی دیر کو لوگوں کا ولولہ دب جاتا۔ مگر پھر نا اُمیدی اور خوف کا جوش و خروش اُن کو بے قرار و بد حواس کر دیتا تھا۔

۱۴- ایک دن جہاز والوں نے باہم سازش کی۔ کہ "یوں تو اِس بلائے ناگہانی سے پیچھا چھوٹنا مشکل ہے۔ آؤ! منحوس کولمبس کو پکڑ کر سمندر میں ڈھکیل دیں اور جہاز وں کو لے کر اپنے وطن کو مُراجعت کریں"۔ جب اُس نے دیکھا کہ لوگوں کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ نہ تو اب تشفّی کام دیتی ہے نہ غُصّے کا موقع ہے۔ تو ناچار اُن سے عہد و پیمان کیا کہ "تین دِن اور صبر کرو۔ پھر بھی ساحِل نہ ملے تو البتہ مُراجعت کرینگے"۔

۱۵- اُس وقت بعض علامات سے اُس کو اطمینان ہو چلا تھا۔ کہ غالبًا کوئی سرزمین قریب ہے۔ کیونکہ سمندر کا عُمق کم ہوتا جاتا تھا اور میووں کے خوشے۔ ہری شاخیں سطحِ آب پر دِکھائی دینے لگی تھیں۔

۱۶- غرض اکتوبر کی ۱۱ تاریخ کو بہادر کولمبس نے حکم دیا

کہ "جہازوں کے بادبان اُتارو"۔ اِس مژدے کے سُنتے ہی سارے جہازیوں کی جان میں جان آگئی۔ اور ہر شخص آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کنارے کی جانب اُمّید کی بھری ہوئی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ اُس تاریکی میں کنارے کی آبادیوں کی روشنی نے یکایک اُن کی مایوس آنکھوں کو منوّر کیا۔ فوراً اگلے جہازیوں نے جوشِ مسرّت میں ایک نعرہ مارا اور "زمین زمین" کہکر چلّا اُٹھے۔ کیا ہی جانفزا وہ صدا تھی جو ہوا اور سمندر کی موجوں میں گونجتی ہوئی پچھلے جہاز والوں کے کان میں پڑی۔ جس سے ہر شخص نے جان لیا کہ اب ہماری کشتیاں ساحلِ مراد پر آ لگی ہیں*

۱۷۔ صبحدم اِدھر اُدھر نگاہ ڈالی تو کوس بھر کے فاصلے پر ایک جزیرہ۔ اُس کے گھنے درخت اور سبزہ زار نظر آنے لگے۔ ہر شخص کا دِل خوشی سے لبریز ہوگیا۔ سب نے کولمبس سے اپنی بے صبری۔ بے ادبی اور گستاخی کی معافی مانگی۔ چھوٹی کشتی دریا میں ڈالی گئی اور کچھ لوگ سوار ہوکر کنارے کی جانب چلے۔ سب سے پہلے کولمبس ہی نے اُس نئی سرزمین پر قدم رکھّا۔ اُس کے بعد اور لوگ اُترے

خدا کا شکر بجا لائے اور شاہِ سپین کے نام کا جھنڈا گاڑ دیا۔

۱۸۔ اِس جزیرے کے وحشی اور جنگلی آدمی اِن گورے گورے نوواردوں کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ یہ جہاز اُڑنے والے جانور ہیں۔ بادبان اِن کے پر ہیں۔ جہاز والوں نے جو توپیں داغیں۔ تو بہت ڈرے۔ اِس آواز کو بادل کی گرج اور روشنی کو بجلی کی چمک تصوّر کیا۔ اِن آدمیوں کو سُورج کی اولاد سمجھے۔ اور خیال کیا کہ بالضرور یہ آسمان سے نازل ہوئے ہیں۔

۱۹۔ شام کے وقت کئی دیسی آدمی کشتی پر سوار کر کے جہاز کے پاس لائے گئے۔ اُنھوں نے چند قسم کا کھانا بطورِ ضیافت کولمبس کو نذر کیا جس کے صلے میں نوتھوں کے ہار چھوٹی چھوٹی گھڑیاں اور کچھ کم قیمت چیزیں اُن کو دی گئیں۔ یہ پہلی ملاقات تھی جو نئی اور پرانی دُنیا کے باشندوں میں ۱۱۔ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو ہوئی۔

یاد کرو تلفّظ اور معنی

سُراغ	سَربَستہ	مُدوّر	نَیم	جانفزا	نذر
مُنکشِف	اِخفا	وُزرا	بَلاغت	صدا	مُژدہ
مائِل	عَیّار	مُتواتِر	عَزمِ بالجزم	نووارد	ولولہ

وساطت	زخّار	سرگرمی	عُمق	نازِل
بے کراں	عمیق	مسافت	خُوشہ	ضِیافت
طِلسم	اِنکشاف	موّاج	نعرہ	اُمَرا

(۲۶) ہندوستان کے پھول

(از آرائش محفل)

ہے۔ اِس مملکت کی عجب گل زمیں — کہیں پھول یاں کے سے ہوتے نہیں
دِل بستہ دیکھ اِن کو ہو باغ باغ — جو سونگھے تو بھر جائے بُو سے دماغ
گندھے بِن گندھے گروہ محفل میں آئیں — تو مجلس کا عالم چمن کا بنائیں
کروں وصف کیا موگرے کا بیاں — کہ ایک اک کلی اِس کی ہے عطرداں
خوش آئندہ ہے نکہتِ رائے بیل — رہے بزم میں اُس کی نت ریل پیل
بہت موتیا کی پیاری ہے بُو — ہر اک گل سے اِس کی نیاری ہے بُو
نواڑی کی از بسکہ میٹھی ہے بُو — دِلوں کے وہ مقبول کیونکر نہ ہو
جُدا سب سے دوپہریا کا ہے رُوپ — کہاں اُس کی رنگت کو لگتی ہے دُھوپ
گلوں سے نرالا ہے گُل چاندنی — چمن کا اُجالا ہے گُل چاندنی
ہر اک گل کا ہے رنگ و عالم جُدا — نہیں لطف سے کوئی خالی ذرا
جسے دیکھیے ہر طرح خوب ہے — طبیعت کا ہر اِک کی مرغوب ہے
ہوئے سستے یوں۔ تاکہ پہنے منگا — زنِ بے نوا و زنِ بادشا
جو عالم دِکھاتے ہیں دمڑی کے پھول — وہ ہرگز نہ ہو موتیوں سے حصول

یاد کرو تلفّظ اور معنی

مُملکت	دل بستہ	خوش آیندہ	بزم
گُل زمین	عالم	نکہت	مرغوب

(۲۷) آسمان اور تارے

از مؤلف

اگر تیری قُدرت کی کاری گری
نہ کرتی سمجھ بوجھ کی رہبری
تو وہ سر پٹکتی ہی رہتی مُدام
طلب میں بھٹکتی ہی رہتی مُدام
بنائی ہے تو نے یہ کیا خوب چھت
کہ ہے سارے عالم کی جس میں کھپت
یہ سقفِ کہن ہے ابھی تک نئی
اسے دیکھتی یوں ہی دُنیا گئی
زمین پر گئیں کتنی نسلیں گذر
رہی اس کی ہیئت پہ سب کی نظر
اسے سب نے پایا اسی ڈھنگ پر
اسے سب نے دیکھا اسی رنگ پر
عجب ہے یہ خیمہ رسن ہے نہ چوب
ہمیشہ مُصفّا ہے بے رُفت و روب
نہ دَر ہے نہ منظر۔ نہ کوئی شگاف
اِدھر سے اُدھر تک ہے میدان صاف
کہیں جوڑ ہے اور نہ پیوند ہے
جدھر دیکھیے اُس طرف بند ہے
عجب قُدرتی شامیانہ ہے یہ
نظر کی پہنچ کا ٹھکانا ہے یہ
بنایا ہے کیا دستِ قدرت نے گول
جرس ہے نہ جھری نہ سلوٹ نہ جھول
یہ تارے جو ہیں آتے جاتے ہوئے
چمکتے ہوئے جگمگاتے ہوئے
نظر آرہے ہیں عجب شان سے
ہیں لٹکے ہوئے سقفِ ایوان سے

چراغ ایسے روشن جو بن تیل ہیں
ہیں یہ لعل و گوہر جو بکھرے پڑے
نظر میں جو اِتنے سے آتے ہیں یہ
جُدا اگلا نہ رکھتے ہیں اپنا مدار
یہ قائم ہیں تیری ہی تقدیر سے
وہ زنجیر کیا ہے؟ کشش باہمی
عجب تو نے باندھی ہے یہ باگ ڈور
یہ سب لگ رہے ہیں اسی لاگ پر
ہر اک کے لئے اک معیّن ہے دور
سدا چال کا ایک انداز سے ہے
ہے اِن سب کا آئین ایجاد ایک
ہر اِک چیز ذرّے سے تا آفتاب
ہیں ذرّوں میں خورشید کی سی صفات
حقیقت میں ہے یاں دو رنگی کہاں

یہ تیری ہی قدرت کے سب کھیل ہیں
زمیں سے بھی ہیں اُن میں اکثر بڑے
بہت دُور چکّر لگاتے ہیں یہ
نہیں جانتا کوئی اِن کی شمار
بندھے ہیں بہم سخت زنجیر سے
نہ اُس میں خلل ہو نہ بیشی کمی
تُلا سب کا رہتا ہے آپس میں زور
لگاتے ہیں چکّر اُسی باگ پر
وہی اِک وَتیرہ - وہی ایک طور
نہ کھٹکا - نہ آہٹ - نہ آواز ہے
ہُنر ایک ہے اور اُستاد ایک
بلاشبہ رکھتی ہے یکساں حساب
ہے خورشید بھی ذرّہ کائنات
جہاں ذرّہ ہے اور ذرّہ جہاں

یاد کرو تلفظ اور معنی

رہبری	کہن	رفت و روب	اکوان	خورشید
مدام	رسن	منظر	مدار	کائنات
سقف	مصفا	شگاف	وتیرہ	معین

(۲۸) شیر شاہ سُوری

۱- شیر شاہ ہندوستان کے بادشاہوں میں ایک عظیم الشان بادشاہ گُزرا ہے۔ جس نے ایک سپاہی کے درجے سے ترقی کر کے شاہی کا مرتبہ حاصل کیا تھا ॰

۲- اُس کا دادا ابراہیم خاں سُوری تلاش معاش کے لئے ہندوستان میں وارد ہُوا اور عمدۃ الامرا اُمرائے لودی کی نوکریاں کرتا رہا۔ اُس کا باپ حسن خاں جو ہندوستان ہی میں پیدا ہُوا تھا۔ حُسنِ لیاقت کی بدولت ابراہیم لودی کے عہد میں پانسو سواروں کا افسر مُقرر ہُوا اور صوبۂ بہار میں سہسرام کا پرگنہ اُس کو بطور جاگیر کے مِل گیا ॰

۳- فرید خاں جو آیندہ شیر شاہ کہلائیگا۔ عالمِ جوانی میں باپ کی سختیوں سے ملول ہوکر سہسرام سے جون پور چلا گیا اور وہاں تحصیل علم میں مصروف رہ کر علم ادب اور تواریخ میں اُس نے بڑی مہارت پیدا کی۔ آخر ناچار باپ نے بُلا لیا اور جاگیر کے کاموں کا انصرام اُس کے سپرد کیا۔ اِس ہونہار نے ایسا عمدہ اِنتظام کیا کہ رعایا خوشحال اور باپ کا خزانہ مالا مال ہوگیا۔ باپ کی وفات کے بعد ابراہیم لودی

کے حکم سے یہ جاگیر خود اُس کے نام ہوگئی۔
۴۔ تھوڑے ہی عرصے بعد ایک انقلاب عظیم واقع ہُوا ابراہیم لودی مارا گیا۔ بابر فتحیاب ہُوا۔ صوبہ دار بہار خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ اب فرید خاں بہار کے نئے بادشاہ کا مُلازم ہوگیا۔ ایک روز تلوار سے شیر کا شکار کیا۔ اِس دلاوری کے صلے میں شیر خاں کا خطاب پایا۔ پھر شاہ بہار سے ناچاقی ہوگئی تو آکر بابر کے ہوا خواہوں میں داخل ہوگیا۔
۵۔ بابری دربار کے رنگ ڈھنگ دیکھکر اُس نے خوب جانچ لیا کہ اگر ہمارے پٹھان بھائی باہمی نزاع کو دُور کر کے یکدل ہوجائیں۔ تو اِن مُغلوں کو ابھی دم کے دم میں ہندوستان سے نِکال باہر کروں۔ اُس کے احباب نے یہ باتیں سُنیں تو جوانی کی ترنگ سمجھ کر اُس کا مضحکہ اُڑایا۔ بالجملہ وہ بابری دربار سے مایوس و متنفّر ہوکر بلا رُخصت چل دیا۔ اور پھر دربارِ شاہِ بہار کا تقرّب حاصل کیا۔
۶۔ جب شاہِ بہار نے عالمِ فانی سے مُلک جاودانی کی راہ لی۔ تو اُس کے جانشین کو خارج کر کے شیر خاں نے مُلک بہار کو اپنے قبض و تصرّف میں کر لیا۔ پھر مُلک بنگالہ کی تسخیر پر متوجہ ہُوا۔ اِسی اثنا میں ہمایوں نے اُس پر

لشکر کشی کی ✣

۷۔ چند معرکوں میں شیر خاں غالب اور ہمایوں مغلوب ہُوا۔ مگر قنّوج کی اخیر جنگ میں تو ہمایوں نے ایسی ہزیمت پائی کہ پھر ہندوستان میں ٹھہر ہی نہ سکا۔ چار ناچار ایران جاکر پناہ لی۔ اب شیر خاں بلقب شیر شاہ ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک ہُوا۔ اور جو منصوبہ اُس نے باندھا تھا پُورا کر دکھایا ✣

۸۔ اِس بادشاہ کو ایجاد قوانین کا بڑا ملکہ تھا۔ رعایا اور کاشتکاروں کی سرسبزی کو ہمیشہ مدّ نظر رکھتا۔ کسی مُلک پر چڑھائی کرتا تو کِسانوں کو آزار نہ پُہنچاتا۔ زراعت کی پامالی کا عِوضانہ دِلاتا۔ عدالت گستری میں چاہے اُس کا عزیز و قریب ہی کیوں نہ ہو کِسی کی رو رعایت نہ کرتا۔ راستوں کی امن و حفاظت کا خوب بندوبست کیا تھا کوئی تاجر اثنائے راہ میں مرجاتا۔ تو اُس کا مال اُس کے وارثوں کو پُہنچاتا ✣

۹۔ فوج کے گھوڑوں پر داغ لگانے کا قاعدہ اُسی نے اختراع کیا تھا۔ خیرات خانہ اور سرائیں بکثرت تعمیر کرائیں۔ کارروانوں کی آمد و شد کے لئے عمدہ سڑکیں بنوائیں۔

غرض وہ بڑا عالی ہمت۔ فیاض اور منتظم تھا۔ مگر کئی معاملوں میں اُس نے دغا و فریب بھی کیا جو اُس کے اخلاق پر سخت بدنما دھبّہ معلوم ہوتا ہے ۞

۱۰۔ اُس کی موت قلعۂ کالنجر کے محاصرہ کے وقت اِس طرح سے ہوئی کہ غنیم کا گولہ اُس کے میگزین میں پڑا جس سے اُس کا بدن جھلس گیا۔ اِس نزع کی حالت میں بھی وہ اپنی فوج کو قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیتا رہا۔ اور جونہی فتح کی صدا اُس کے کانوں میں پہنچی۔ خدا کا شکر ادا کیا اور پھر سانس نہ لیا ۞

یاد کرو تلفظ اور معنی

عظیم الشان ناچاقی مضحکہ فانی ملکہ اخراج ہمّت تعلیم
ہوا خواہ بالجملہ جاودانی عدالت گستری میگزین
علم ادب نزاع تقرّب تسخیر محاصرہ نزع
انصرام تزک تصرّف ہزیمت متنفر

(۲۹) قطعۂ مرزا غالب

پیر و مرشد! اگرچہ مجھ کو نہیں
ذوقِ آرائشِ سر و دستار
کچھ تو جاڑے میں چاہئے آخر
تا نہ دے بادِ زمہریر آزار
کیوں نہ درکار ہو مجھے پوشش
جسم رکھتا ہوں، ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہیں ہے اب کے سال
کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار

رات کو آگ اور دن کو دھوپ
بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار

آگ تاپے کہاں تلک انسان
دھوپ کھائے کہاں تلک جاندار

میری تنخواہ جو مقرر ہے
اس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار

رسم ہے مُردے کی چھ ماہی ایک
خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

مجھ کو دیکھو تو ہوں بقیدِ حیات
اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار

بسکہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض
اور رہتی ہے سود کی تکرار

میری تنخواہ میں تہائی کا
ہوگیا ہے شریک ساہوکار

آپ کا بندہ اور پھروں ننگا
آپ کا نوکر اور کھاؤں اُدھار

میری تنخواہ کیجے ماہ بماہ
تا نہ ہو مجھ کو زندگی دشوار

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُرشد	ذوق	دستار	زہریہ	پوشش
نزار	لیل	نہار	ہنجار	حیات

(۳۰) بخاری یا دُخانی کشتی

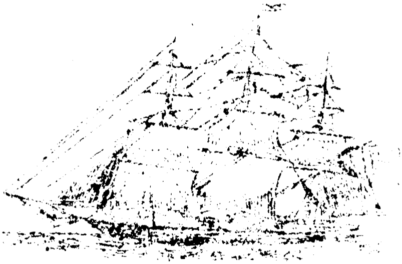

۱۔ دُخانی یا دھوئیں کی کشتی اُس کشتی کو کہتے ہیں۔ جس میں ایک انجن لگا رہتا ہے۔ اور جب وہ گرم کیا جاتا ہے تو اُس کے دودکش میں سے دُھواں نکلتا نظر آتا ہے۔ جس طرح تم ریل گاڑی کے انجن میں سے دھوئیں کے بُخارے اُٹھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اِسی طرح کشتی کے انجن سے نکلا کرتے ہیں۔ عام لوگوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو خیال کیا کہ کشتی دھوئیں کے زور سے چلتی ہے۔ اِسی واسطے۔ اِس کا یہ نام تجویز کرلیا ہے۔

۲۔ درحقیقت کشتی میں دھوئیں کا زور کچھ کام نہیں دیتا

بلکہ انجن میں ایک دیگ ہوتی ہے۔ جس میں پانی بھرا جاتا ہے۔ جب اُس دیگ کے تلے لکڑی یا کوئلہ جلاتے ہیں تو حرارت کے اثر سے پانی گرم ہوکر بھاپ بنتا ہے۔ بھاپ اپنے پھیلنے کو بہت جگہ چاہتی ہے۔ چونکہ وہ ہر طرف سے بند ہوتی ہے اور صرف ایک پُرزہ پر اُس کا سارا زور جا پڑتا ہے۔ اس لئے وہ پُرزہ حرکت کرتا ہے۔ اُس کی حرکت سے کارخانہ کی تمام کلیں چلنے لگتی ہیں۔ اِس قسم کے انجنوں سے کہیں تو لوہے اور لکڑی کا کارخانہ جاری ہے۔ کہیں کپڑا بُنا جاتا ہے کہیں کاغذ بنتا ہے۔ کہیں اینٹیں پکتی ہیں کہیں برف جمائی جاتی ہے ✣

۳۔ بعض انجن اِس قسم کے بنائے گئے ہیں۔ جو پہیّوں کے ذریعے سے خود بھی حرکت کرتے ہیں اور جو شے اُن کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اُس کو بھی اپنی زبردست طاقت سے کھینچ لے جاتے ہیں۔ اِن متحرّک انجنوں کے وسیلے سے خشکی میں ریل گاڑیاں اور تری میں کِشتیاں مال اور مُسافروں سے معمور اُڑی پھرتی ہیں ✣

۴۔ کچھ بہت زمانہ نہیں گزرا کہ کشتیاں محض ڈانڈ

کے سہارے سے چلائی جاتی تھیں۔ ڈانڈ کی حرکت سے ملّاح پانی کو جھکولا دیتا تھا۔ پانی کے ہٹتے ہی کشتی آگے بڑھ جاتی تھی۔ اِس ترکیب سے کشتی بہاؤ پر تو خوب چلتی۔ مگر دریا کے چڑھاؤ پر یا دھارے کو کاٹ کر یا بادِ مُخالف کے مقابلہ میں جانا البتہ دُشوار تھا۔

۵۔ جب بخار کی طاقت سے انواع و اقسام کی کلیں چلنے لگیں۔ تو مُلک امریکہ میں ایک دانشمند نے اِس کام پر توجہ کی کہ انجن کے ذریعہ سے کشتی چلائے۔ اُس نے کشتی میں ایک انجن لگایا اور اُس کے ساتھ دو گھومتے پہیے کشتی کی اطراف میں قائم کئے۔ پہیوں میں چند ڈانڈ لگا دیے جب بخار کی طاقت سے حرکت پیدا ہوئی۔ تو انجن کی چرخیاں گردش کرنے لگیں۔ اُن پہیے کے وسیلے سے دونو پہیے جو کشتی کے پہلوؤں پر لگائے گئے تھے۔ چکر کھانے لگے ان کی گردش سے ہر ایک ڈانڈ پے درپے پانی کو ہٹانے لگا۔ اس طرح کشتی بغیر ملّاح کی کوشش کے نہایت سُرعت کے ساتھ سطحِ آب پر رواں ہو گئی۔

۶۔ سب نے اس کشتی کو پسند کیا اور روز بروز اُس کا رواج بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ امریکہ اور یورپ کے مُلکوں

میں بخاری کشتیوں اور جہازوں کی ساخت کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہو گئے اور جس قدر زمانہ گزرتا گیا۔ دُخانی کشتیوں کی ساخت میں اور مفید باتیں ایجاد ہوتی چلی گئیں ۔

۷۔ اگلے زمانے میں انگلستان اور ہندوستان کے درمیان پانچ چھ مہینے بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے میں سفر طے ہوتا تھا۔ اب دُخانی جہازوں کی بدولت تین ہفتے سے زیادہ نہیں لگتے۔ پہلے بادِ مخالف اور طوفان کے مقابلے میں جہازوں کا کچھ قابو نہ چلتا تھا۔ مگر اب طوفان کے جھونکوں اور دریا کی موجوں کو ریلتا پیلتا سیدھا چلا جاتا ہے۔ دُخانی کشتیاں تیز دھارے کو کاٹتی ہوئی چڑھاؤ کے رُخ بے تکلف رواں دواں پھرتی ہیں ۔

۸۔ اِن دُخانی کشتیوں کے ایجاد نے سفر اور تجارت کو نہایت آسانی اور ترقی بخشی ہے برسوں کا سفر مہینوں میں اور مہینوں کا ہفتوں میں قطع ہونے لگا یا یوں سمجھو کہ دُنیا سکڑ کر چھوٹی ہو گئی۔ اور دور و دراز کے ملک ایک دوسرے کے قریب آ گئے ۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

دُود کش وابستہ مُتحرک انواع سُرعت ملّاح

پُرزہ معمُور بادِ مُخالِف اقسام ساخت اطراف

(۳۱) ریلوے اِنجن کا مُوجد "جارج"

۱- اب سے ایک صدی قبل نیو کاسل کے قریب کسی موضع میں ایک مزدور رہتا تھا- آمد قلیل عیال کثیر بمشکل گزران ہوتی۔ سنہ ۱۷۸۱ء میں اُس کے ایک اور بچّہ پیدا ہُوا- عُسرت کی وجہ سے کم سنی ہی میں مزدوری پر لگا دیا- شام کے وقت کوئلوں کے احاطے کا پھاٹک بھیڑ دیتا اور پون پیسہ روز پاتا- پھر شلجم کھودنے لگا- جس کی اُجرت ڈیڑھ پیسہ یومیہ تھی ٭

۲- ایک دن اُس لڑکے کی بڑی بہن ٹوپی خریدنے نیو کاسل کو چلی- لڑکا تھا اُن دنوں ٹھالی- بہن کے ساتھ ہو لیا- بہت جستجو کے بعد لڑکی کو ایک ٹوپی پسند آئی- قیمت پوچھی تو اُگنے دس آنے- بھلا اُس بیچاری کے پاس اتنے دام کہاں؟ دکاندار سے کمی قیمت کی خواہش کی مگر بے سود- ناچار آگے بڑھی- پر کہیں خاطر خواہ ٹوپی نہ پائی- پھر واپس آئی اور حسرت بھری نگاہوں سے اُسی ٹوپی کو تکنے لگی ٭

۳- دفعتہً جارج بولا "بہن! ذرا یہیں ٹھہری رہنا"

یہ کہہ کر چلدیا۔ راہ دیکھتے دیکھتے پورے چار گھنٹے ہو گئے۔ لڑکی بیچاری بہت گھبرائی کہ ضرور میرے بھائی پر کوئی آفت آئی۔ اسی تشویش میں تھی کہ دیکھا جارج ہانپتا ہوا دوڑا چلا آرہا ہے۔ دُور ہی سے چلّایا "ٹوپی لے آیا"۔ جارج نے امیروں کے گھوڑے تھام کر یہ پیسے کمائے تھے۔ اور اسی کام میں اتنی دیر لگی تھی۔ مگر آفرین اُس کی ہمّت پر کہ بغیر کام پورا کیے نہ پھرا۔ اب دونوں خوش خوش دکان میں گئے دام حوالے کیے اور ٹوپی لے کر بڑے فخر کے ساتھ اپنے گاؤں کو واپس آئے ؞

۴۔ جب جارج چودہ برس کا ہوا تو اپنا آبائی پیشہ اختیار کیا۔ یعنی کان کے اندر کوئلہ کھودنے لگا جس کی مزدوری آٹھ آنے فی یوم تھی۔ شراب خوری اور کھیل تماشوں سے اُسے سخت نفرت تھی۔ ابھی تک وُہ محض ناخواندہ تھا۔ مگر علم و فن کا ایسا شائق کہ اپنے مسکن سے چار میل کے فاصلے پر ایک بڑے میاں پاس حساب سیکھنے کبھی کبھی جاتا۔ بیس سال کی عمر تک خاصہ محاسب بن گیا ؞

۵۔ اِس اثنا میں وہ اپنے کام میں بھی ترقی کرتا رہا۔

اور زیادہ مزدوری پانے لگا۔ اپنی شادی بھی کرلی۔ اُس زمانے میں کتابوں کی قیمت گراں تھی اتنا لیس انداز نہوتا کہ پڑھنے کے لئے کتابیں خرید سکے۔ اِس لئے موچی اور درزی کا پیشہ کرنے لگا۔ جوتیاں بھی بناتا اور کوٹ بھی سیتا اِن دو پیشوں کی آمدنی سے گھر کا کام چلاتا اور جو بچتا اُس کی کتابیں خرید لیتا ۔

۶۔ کچھ عرصے کے بعد وہ انجن چلانے والے کا نائب ہوگیا۔ اُس کے کل پُرزوں پر خوب غور کیا اور کامل واقفیت حاصل کرنے کے بعد نمونے کے طور پر ایک انجن اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اُس میں ایک ایسی ایجاد کی کہ پہلے انجنوں سے اُس کا انجن زیادہ کام دینے لگا۔ اب اُس کی تنخواہ بارہ روپیہ فی ہفتہ ہوگئی ۔

۷۔ ایک بار اتفاقاً اُس کے گھر میں آگ لگی۔ ہمسایوں نے آگ تو بجھادی۔ مگر اُس ہنگامہ میں اُس کی گھڑی جو سارے اثاثہ میں ایک عزیز چیز تھی۔ خراب ہوگئی۔ اُس کی دُرستی میں روپیہ بہت صرف ہوتا تھا۔ ناچار اپنے ہاتھ سے اُس کو ٹھیک ٹھاک کرکے چلتا کیا۔ پھر تو سب محلّے والے اپنی گھڑیاں اُس سے صاف کرانے

لگے۔ موچی اور درزی کے علاوہ جارج گھڑی ساز بھی مشہور ہوگیا +

۸۔ اب جارج کو پھر ترقی ملی۔ اور وہ انجن کا افسر مقرر ہُوا جہاں یہ کام کیا کرتا تھا اُس کے قریب ہی ایک اَور کان تھی۔ اُس میں اتنا پانی بھرا کہ کام بند ہوگیا تھم کارخانہ سخت مایوسی کی حالت میں تھا۔ جارج بھی دیکھنے کو گیا اور بہت ہی غور و خوض کرکے بولا "ایک ہفتے میں اس کو خشک کرسکتا ہوں" غرض وہ کام جارج کو سپرد ہُوا۔ تو دو ہی دن میں کل کے ذریعے سے سارا پانی کھینچ ڈالا اس خدمت کے صلے میں اُس کو ہزار روپے کا انعام اور چیف انجنیری کا عہدہ مل گیا +

۹۔ سنہ ۱۸۱۲ء میں وہ انجن سازی کے کام پر مقرر ہُوا۔ جب تک متحرک انجن ایجاد نہیں ہُوا تھا۔ غایت درجہ کی غور و فکر کرکے اُس نے ایک چلتا ہُوا انجن بنا کھڑا کیا۔ جو ۱۵۔ جولائی سنہ ۱۸۱۴ء کو چلایا گیا۔ وہ پانسو من وزن کے آٹھ چھکڑے فی گھنٹہ چار میل کی رفتار سے لے جانے لگا۔ پھر ایک اَور انجن پہلے سے بھی بہتر بنایا۔ سب لوگ اُس کو حیرت کی نظر سے دیکھتے اور کہتے کہ ایک نہ ایک

دن یہ ضرور بیٹھیگا ۔

۱۰۔ اُس زمانے میں ایک امیر آدمی کوئلہ کی کان کا مالک تھا۔ اُس کو کان سے جہاز تک کوئلہ پہنچانے کی اشد ضرورت تھی۔ اتفاقًا جارج سے ملاقات ہوگئی۔ اُس نے ترغیب دی۔ کہ "تم کہو۔ تو کان سے جہاز تک ریلوے بنا دوں!" وُہ راضی ہوگیا۔ چنانچہ ۲۷۔ ستمبر ۱۸۲۲ء کو دہ بارہ میل کی سڑک کھولی گئی ۔

۱۱۔ اُسی وقت میں لیورپول اور مانچسٹر والوں کو بھی مال تجارت کے جلد لانے لے جانے کی فکر لگی ہوئی تھی اوّل تو تجویز ٹھہری کہ چند چھکڑوں کی قطار گھوڑوں سے کھنچوائی جائے۔ جارج سے بھی اِس بارے میں مشورہ کیا۔ اُس نے صلاح دی۔ کہ "ریل کی سڑک بناؤ اور متحرک انجن سے کام لو" ۔

۱۲۔ یہ بات لغو سمجھی گئی۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ اِن مہیب انجنوں کا دھواں ہوا کو زہریلا بنا دے گا۔ اُن کے شعلے نباتات اور زراعت کو تباہ اور خس پوش گھروں کو خاک سیاہ کر دینگے۔ جارج تو دیوانہ ہے۔ اُس کو متحرک انجن ہی کی دُھن لگی ہوئی ہے"۔ مگر فرقۂ تجار نے زیرِ کثیر

جمع کرکے جارج کو کام شروع کرنے کی اجازت دیدی۔ اوّل رستے کی پیمایش کے لئے ایک گروہ مقرر ہُوا۔ وہ اپنا کام رات کو کیا کرتا۔ کیونکہ دِن میں قُرب وجوار کے گنوار اُن پر آپڑتے تھے۔ جن کو زمینداروں اور تعلقہ داروں نے اُبھار دیا تھا +

۱۳۔ بارے خُدا خُدا کرکے پیمایش کا کام ختم ہُوا اور پارلیمنٹ میں ریل بنانے کی غرض سے ایک قانون پیش کیا گیا۔ مگر فورًا نامنظور ہُوا۔ ممبران پارلیمنٹ نے کہا "ہم واقف ہیں کہ اِس رستے میں ایک عمیق دَلدَل ہے۔ جس کی تھاہ آج تک نہیں ملی۔ یہ کون دیوانہ ہے۔ جو اُس پر ریل بنانی چاہتا ہے" جارج کا دعوٰی تھا۔ کہ یہ امر ممکن ہے۔ آخر دو نامی انجنیروں نے اُس کی رائے کی تصدیق کی۔ وہی بل مکرّر پیش ہوکر منظور ہو گیا۔ اِلّا عام لوگ اِس کام کے حامیوں کو خبط الحواس ہی کہتے رہے +

۱۴۔ جارج نے ریل کی سڑک بنانی شروع کی۔ جب دَلدَل کی نوبت آئی۔ تو ہزارہا چھکڑے پتھر، اور مٹّی کے اُس میں ڈالے اور سب غائب۔ حتّٰی کہ لوگ مایوس ہونے لگے۔ مگر جارج یہ ہی کہتا رہا کہ "اور ڈالو"

آخر دلدل بھر گئی۔ سڑک بن گئی۔ اور اُس پر ریل بچھا دی گئی۔ پھر بھی لوگ اُس کو مجنون ہی کہتے رہے ٭

۱۵۔ جب سڑک مکمل ہو چکی۔ تو ڈائرکٹروں نے اشتہار دیا کہ جو انجینیر فی گھنٹہ دس میل چلنے والا انجن بنائے گا۔ اُس کو پانچ ہزار روپے کا انعام دیں گے۔ جارج نے بھی اپنے بیٹے کی اعانت سے ایک انجن تیار کیا۔ امتحان کے روز چار انجن پیش ہوئے ہر ایک کی رفتار دیکھی گئی۔ جارج کا انجن جو گھنٹے میں پچیس تیس میل چلا۔ سب سے سبقت لے گیا۔ حکم ہُوا کہ ایسے ہی آٹھ انجن اور بناؤ۔ بالآخر ۱۵ ستمبر ۱۸۳۰ء کو مانچسٹر اور لیورپول کے درمیان ریلوے کھولی گئی۔ اکثر نامی گرامی اُمرا اُس وقت موجود تھے۔ یہ سب کچھ ہُوا۔ مگر جارج اور اُس کے بیٹے کو عوام النّاس پھر بھی وہمی۔ خبطی۔ دیوانہ اور پاگل ہی کہتے رہے ٭

یاد کرو لفظ اور معنی

مُوجِد عُسرت ناخواندہ حوض مُہیب مُکرّر

قبل یومیہ متکن صلہ خس پوش حتی

قلیل تشویش محاسب اشد متجاوز حامی

عَیال حَوالہ اَثاثہ لَغو جَوار خَبطُ الحَواس
کَثیر آبائی مَسدود اِعتِراض تَصدیق عَوامُ النّاس

(۳۲) تاروں بھری رات

از مؤلف

اَرے چھوٹے چھوٹے تارو
کہ چمک دمک رہے ہو
تمھیں دیکھ کر نہ ہووے
مجھے کس طرح تحیّر
کہ تم اونچے آسماں پر
جو ہے کُل جہاں سے اعلیٰ
ہوئے روشن اس روش سے
کہ کسی نے جڑ دیے ہیں
گہر اور لعل گویا

جو ہیں آفتاب تاباں
نے چھپایا اپنا چہرہ
وہیں جلوہ گر ہوئے تم
یہ تمھاری جگمگاہٹ
ہے مسافروں کے حق میں
بڑی نعمت اور راحت
اگر اتنی روشنی بھی
نہ میسّر آتی اُن کو
تو غریب جنگلوں میں
یونہی بھولتے بھٹکتے
نہ تمیز راس و چپ کی
نہ طرف کی ہوتی اٹکل
نہ نشان راہ پاتے

وہ غریب کھیت والے
وہ اُمید وار دہقاں
کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی
کہیں کھیت کٹ رہا ہے

کہیں گھر رہا ہے خرمن — نہیں آنکھ اُن کی جھپکی
یونہیں شام سے سحر تک — ہیں تمام رات جاگے
نہ گھڑی ہے واں نہ گھنٹہ — نہ شمارِ وقت و ساعت
مگر اے چمکنے والو! — ہو تمھیں اُنھیں سجھاتے

کہ گئی ہے رات اتنی

وہ جہاز جن کے آگے — ہے وسیع بحرِ اعظم
اُنھیں ہولناک موجوں — سے مقابلہ ہے کرنا
کوئی ہے چلا وطن سے — کوئی آ رہا ہے واپس
اُنھیں کچھ خبر نہیں ہے — کہ کدھر ہے اُن کی منزل
نہ تو مرحلہ نہ چُوکی — نہ سُراغ راہ کا ہے
نہ کوئی دلیل و رہبر — مگر اے فلک کے تارو

تمھیں اُن کے رہنما ہو

یاد کرو تلفّظ اور معنی

تحیّر تاباں دہقاں مرحلہ اعلیٰ رہبر راس
خرمن سُراغ فلک گھر چپ ہولناک دلیل

(۳۳) اونٹ

۱-چوپائے دو قسم کے ہیں۔ اہلی اور وحشی۔ اہلی وہ

ہیں جو پالنے اور پرورش کرنے سے اِنسان کے ساتھ مانوس ہوجاتے ہیں۔ جیسے گھوڑا بیل اونٹ وغیرہ۔ وحشی وہ ہیں جو جنگل میں بسر کرتے اور آدمی کی صورت سے بِدَکتے ہیں۔ جیسے نیل گائے۔ پاڑھا آرنا بھینسا وغیرہ ٭

۲۔ تمام اہلی جانوروں میں اونٹ نہایت اصیل و نجیب۔ حلیم و سلیم جانور ہے۔ اُس کے جُثّہ اور اعضا کی ساخت سے صاف عیاں ہے کہ وہ گرم و خشک ریگستانوں کی صعوبتیں جھیلنے اور وہاں کے باشندوں کو مدد دینے کے لئے پیدا کیا گیا ہے ٭

۳۔ اُس کے معدے میں قدرتِ کاملہ نے ایسے خانے بنا دیے ہیں۔ جن کے اندر وہ ہفتہ بھر کی رسد پانی کی اپنے واسطے بھر لیتا ہے۔ اور بے آب و غیر آباد بیابان کو بے تکان طے کرتا چلا جاتا ہے۔ اُس کی پشت پر کوہان ہوتا ہے۔ جو حقیقت میں چربی کا ایک ذخیرہ ہے۔ اور یہ ذخیرہ اُس کے معدے کو بھوک کی شدّت میں غذا پہنچاتا ہے۔ جبکہ چٹیل اور اُجاڑ ریگستانوں میں کہیں گھاس کا تنکا یا جھاڑی جھنڈی کے پتے

ببول کے کانٹے یا چھوہارے کی چند گٹھلیاں بھی اُس کو میسّر نہیں آئیں۔ تو کئی کئی روز تک وہ بیچارہ بغیر چارہ کھائے نہایت صبر و تحمّل کے ساتھ اپنی کڑی منزلیں طے کرتا ہے ÷

۴۔ اُس کے سُم چوڑے چپٹے۔ اور نرم گدگدے ہوتے ہیں جو ریتے کے ایسے تھلوں کو بخوبی قطع کرنے کے قابل ہیں۔ جہاں گھوڑے کا سخت سُم ٹخنے تک غرق ہو جاتا ہے۔ اُس کی طویل گردن۔ اونچی ٹانگیں اُس کی مضبوط پسلیاں اور گھٹنوں اور کولھوں کے جوڑ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بار برداری اور سواری کے لئے نہایت موزوں بنایا گیا ہے۔ وہ مالک کے اشارے پر زانو کے بل بیٹھ جاتا اور اپنی پیٹھ پر بوجھ لدواتا ہے۔ لیکن جب غلطی سے اُس کا مالک بارِ گراں اُس کی پشت پر لاد دیتا ہے۔ تو وہ اُس کو آگاہ کرنے کے لئے بڑبڑاتا اور شور و غل مچاتا ہے ÷

۵۔ ایسے ریگستانی خطّوں میں جیسا کہ عرب اور افریقہ کا صحرا ہے۔ اِسی سود مند جانور کی بدولت آدمیوں کو خوراک و لباس میسّر آتا ہے اور اُسی کی اعانت سے

اُن کے اکثر کام چلتے ہیں۔ وہ لوگ اونٹ کے بالوں سے کپڑا بنتے اور رسّی بناتے ہیں۔ اُس کی کھال سے خیمہ اور فرش تیار کرتے ہیں۔ اُس کے گوشت اور دودھ سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُس کی ہڈّیوں کو بھی کسی کام میں لاتے ہیں۔ غرض کہ اُن کے حق میں اونٹ ایک رحمت الٰہی ہے ٭

یاد کرو تلفظ اور معنی

آلی اصیل حلیم جثّہ صعوبت تحمّل
وحشی نجیب سلیم عیال کوہان زانو

(۳۴) اہلیا بائی

۱۔ یہ نیک سیرت بائی سیندھیا کے خاندان سے تھی۔ ۱۷۳۵ء میں پیدا ہوئی۔ میانہ اندام۔ سبزہ رنگ اور اکہرے بدن کی عورت تھی۔ گو چنداں خوبصورت نہ تھی مگر خدا نے اُس کو فہم کامل۔ ہمّت عالی اور صفات حمیدہ عطا کی تھیں۔ جن کے آگے حُسن ظاہری کچھ حقیقت نہیں رکھتا ٭

۲۔ ملہار راؤ ہلکر کے بیٹے سے اِس کی شادی

ببول کے کانٹے یا چھوارے کی چند گٹھلیاں بھی اُس کو میسّر نہیں آتیں۔ تو کئی کئی روز تک وہ بیچارہ بغیر چارہ کھائے نہایت صبر و تحمّل کے ساتھ اپنی کڑی منزلیں طے کرتا ہے۔

۴۔ اُس کے سُم چوڑے چپٹے۔ اور نرم گدگدے ہوتے ہیں جو ریتے کے ایسے تھلوں کو بخوبی قطع کرنے کے قابل ہیں۔ جہاں گھوڑے کا سخت سُم ٹخنے تک غرق ہو جاتا ہے۔ اُس کی طویل گردن۔ اونچی ٹانگیں اُس کی مضبوط پسلیاں اور گھٹنوں اور کُولھوں کے جوڑ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بار برداری اور سواری کے لئے نہایت موزوں بنایا گیا ہے۔ وہ مالک کے اشارے پر زانو کے بل بیٹھ جاتا اور اپنی پیٹھ پر بوجھ لدواتا ہے۔ لیکن جب غلطی سے اُس کا مالک بارِ گراں اُس کی پشت پر لاد دیتا ہے۔ تو وہ اُس کو آگاہ کرنے کے لئے بڑبڑاتا اور شور و غل مچاتا ہے۔

۵۔ ایسے ریگستانی خطّوں میں جیسا کہ عرب اور افریقہ کا صحرا ہے۔ اِسی سود مند جانور کی بدولت آدمیوں کو خوراک و لباس میسّر آتا ہے اور اُسی کی اعانت سے

اُن کے اکثر کام چلتے ہیں۔ وہ لوگ اونٹ کے بالوں سے کپڑا بنتے اور رسّی بناتے ہیں۔ اُس کی کھال سے خیمہ اور فرش تیار کرتے ہیں۔ اُس کے گوشت اور دودھ سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُس کی ہڈّیوں کو بھی کسی کام میں لاتے ہیں۔ غرض کہ اُن کے حق میں اونٹ ایک رحمت الٰہی ہے ؎

یاد کرو تلفظ اور معنی

آبلی اصیل حلیم جُثّہ صعوبت تحمّل
وحشی نجیب سلیم عیال کوہان زانو

(۳۴) اہلیا بائی

۱۔ یہ نیک سیرت بائی سیندھیا کے خاندان سے تھی۔ ۱۷۳۵ء میں پیدا ہوئی۔ میانہ اندام۔ سبزہ رنگ اور اکہرے بدن کی عورت تھی۔ گو چنداں خوبصورت نہ تھی مگر خدا نے اُس کو فہم کامل۔ ہمّت عالی اور صفات حمیدہ عطا کی تھیں۔ جن کے آگے حسن ظاہری کچھ حقیقت نہیں رکھتا ؎

۲۔ ملہار راؤ ہلکر کے بیٹے سے اِس کی شادی

ہوئی - ابھی بیس برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ بیوہ ہوگئی
اُس کا شوہر اپنے باپ کے سامنے ہی اس جہان سے انتقال
کر گیا - صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار چھوڑ گئے - ملہار راؤ
کی وفات کے بعد اُس کا پوتا جانشین ہوا - مگر نو مہینے کے
بعد وہ بھی راہی عدم ہوا - اس لئے دھرم شاستر کی رو سے
اہلیا ریاست کی وارث ٹھہری ۱۷۶۵ء میں اُس نے عنانِ حکومت
اپنے ہاتھ میں لی - اُس وقت اُس کی عمر ۳۰ برس سے زیادہ
نہ تھی ؂

۳ - کہتے ہیں کہ اُس نے خزائن سلطنت پر متصرف ہوکر
تمام روپیہ آسائش خلق اور رفاہ عام کے لئے وقف کر دیا تھا
وہ اپنے علاقے کا انتظام خود کرتی تھی - اور چاہتی تھی - کہ علم
اور انصاف کے ساتھ حکمرانی کر کے اپنے مُلک کی حالت کو بہتر
اور رعایا کو مرفہ حال کرے - ساہوکاروں اور تاجروں -
زمینداروں اور کاشتکاروں کی ترقی جس قدر اُس کے دل
کی خوشی کا باعث تھی - اتنی کوئی اور چیز نہ تھی ؂

۴ - سب سے افضل یہ وصف تھا کہ وہ غیر مذہب والوں
کے ساتھ زیادہ مہربانی سے پیش آتی تھی - اُس کی انصاف پروری
اور معدلت ہی کا یہ نتیجہ تھا - کہ اُس کا مُلک غنیم کے حملے سے

محفوظ اور اندرونی فتنہ فساد سے پاک صاف رہا +

۵- یوں تو ہر ادنیٰ اعلیٰ کے ساتھ اُس کا برتاؤ نیک تھا۔ لیکن غریب اور مختنتی آدمیوں کے حال پر از حد توجہ کرتی تھی۔ وہ اپنے ہی علاقے میں دان پُن نہ کرتی - بلکہ اُس کا فیض عالمگیر تھا۔ ہندوؤں کے جتنے تیرتھ جاترا ہیں سب مقامات پر اُس نے مندر بنوائے تھے - اور سالانہ خیرات بھی وہاں بھیجا کرتی تھی +

۶- اُس کا دستور تھا کہ تمام مقدمات آپ سُنتی - ہر مُستغیث اُس کے دربار میں باریاب ہوتا - اُس کا قول تھا - کہ مجھے اپنے تمام افعال حکومت کا حساب خدا کو آپ دینا پڑیگا +

۷- اُس کی پوجا پاٹ اور ریاضت کے کاموں میں بجز کسی خاص ضرورت کے کبھی فرق نہ آتا تھا - سب لوگ تہ دل سے اُس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے - نہ صرف اُس کے ہم قوم بلکہ غیر قوم والے بھی اُس کو ایسا ہی مانتے تھے - نظام دکن اور ٹیپو سلطان بھی اُس کی ایسی ہی عزت کرتے - جیسی کہ پیشوا کرتا تھا +

۸- اِن باتوں کے سوا ایک بڑی قابل تعریف بات یہ ہے

کہ خوشامد سے اُس کو نفرت تھی۔ چنانچہ ایک برہمن اُس کی تعریف میں کتاب بناکر لایا۔ جب تک وہ پڑھتا رہا۔ خاموش تبھی سُناکی۔ مگر جب ختم کر چکا۔ تو کہا کہ "بھلا میں ضعیفُ العقل اُس صفت و ثنا کی مستحق کب ہوں؟" یہ کہہ کر وہ کتاب دریائے نربدا میں ڈلوادی اور اُس برہمن کی طرف مطلق التفات نہ کیا۔

۹۔ آخر عمر میں اُس کو اپنی بیوہ دختر کے ستی ہو جانے کا سخت صدمہ اُٹھانا پڑا۔ ۱۷۹۵ء میں جب اُس کی عمر ۷۰ سال کی تھی۔ اُس نے نہایت فیّاضانہ اور منصفانہ حکومت کے بعد اِس عالم سے رحلت کی۔

یاد کرو تلفّظ اور معنی

سِیرت انتِقال مُتصرّف مَعدِلَت بارِیاب تعظیم
اَندام رَاہی رفاہِ عام عالمگیر رِیاضت تکریم
حَمیدہ خزائن مُرفّہ حال مُستغیث نیک دِل ضعیفُ العقل

از نگین	(۳۵) حکایت مرد کور و بینا	دہلوی

ایک اندھا مرد بینا کا تھا یار
ربط تھا دونو میں باہم بشیار
بارے اک باری ہوئے وہ ہم سفر
ایک جا شب کو ہُوا اُن کا گذر

تھی پُرانی قمچی اک اندھے کے پاس
کچھ سفر کٹنے کی تھی جس سے نہ آس

یک بیک ڈور آگیا قمچی کا ٹوٹ
ہاتھ سے قمچی پڑی اندھے کے چھوٹ

تھی نہ خواہش اُس کی چنداں گو اُسے
پر لگا وہ ڈھونڈھنے ہر سُو اُسے

ڈھونڈھتا اس کو جو وہ ہر جا گیا
سانپ اُس کے ہاتھ میں اِک آ گیا

خوب جو نرمی پہ اُس کی غور کی
جی میں سمجھا ہے یہ قمچی اَور کی

اُس سے اِس قمچی کو اچھا جان کر
بولا "اے دل! اُس کا مت ارمان کر"

روشنی اِس میں ہوئی جب روز کی
تب پڑی آنکھ اُس پہ اُس دلسوز کی

یک بیک گھبرا کے وہ اُٹھا پکار
"مار تیرے ہاتھ میں ہے۔ اِس کو مار"

کور بولا "میں دغا کھاتا نہیں"
اِن دَموں میں مطلقاً آتا نہیں

پا گیا اے دوست! مطلب مَیں ترا
یعنی یُیں دوں پھینک اور تو لے اُٹھا

کور تھا اِس گفتگو کے دھیان میں
سانپ نے کاٹا اُسی کی ران میں

زہر کار گر گئیں! آخر اُس کو ہوا
کاٹتے ہی اُس کے وہ اندھا مُوا

یاد کرو تلفظ اور معنی

رَبط   قمچی   ارمان   دِلسوز   مار   دَم

(۳۶) سیتا جی

۱۔ ہندوؤں کے ہاں جو شہرت رام چندر جی کی بی بی سیتا جی نے پائی ہے۔ وہ کسی اَور عورت کو نصیب نہیں

ہوئی - طرح طرح کی مصیبتوں کا جھیلنا اور عجیب عجیب سانحوں کا پیش آنا - خاندان اور مرتبہ کی شرافت - حُسن خدا داد کی لطافت - خوبی خصائل کی فضیلت یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے ہر فرقے کے ہندو ان کے نام کو محبت و عقیدت سے یاد کرتے ہیں ؎

۲ - سیتاجی کا باپ راجہ جنک ترہت کا فرمانروا تھا اور صرف یہی دختر نیک اختر سلطنت کا اُجالا تھی - اس لئے نہایت ناز و نعمت سے اُس کی پرورش ہوئی - اُس کے جمال ظاہری کو کمال اوصاف نے اور بھی چمکا دیا ؎

۳ - اُس زمانے میں سپہ گری اور شجاعت ہی بڑا جوہر تھا - اِس لئے جنک نے عہد کر لیا تھا کہ جو کوئی اُس کڑی کمان کو کھینچ لیگا جو اُس کے ہاں رکھی ہوئی تھی - وہی اُس کی قرۃ العین سیتا کو پائے گا ؎

۴ - جب سیتا کے جمال و کمال کا آوازہ تمام آریہ ورت میں پھیل گیا تو دُور و نزدیک کے راجہ اُس کے خواستگار ہوئے - مگر رامچندر جی کے سوا جن کا آغاز شباب تھا - اور فن تیراندازی میں دستگاہ کامل پیدا کی تھی - کوئی کامیاب نہ ہوا - اُنھوں نے صرف کمان کو کھینچا ہی نہیں بلکہ

اپنی شہ زوری سے اُس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ پس عہد کے بموجب اُن کے ساتھ سیتا کی شادی ہوگئی۔ وہ اُس کو لے کر اجودھیا میں واپس آئے۔ اجودھیا اُن کے باپ کا دار الحکومت تھا +

۵۔ کچھ مُدّت کے بعد اُن کے پتا جسرتھ نے اپنی ایک عزیز بی بی کے اغوا سے رامچند کو چودہ برس کا بن باس دیا۔ رام چندر نے بلا عذر باپ کے اس سخت حکم کی تعمیل کی۔ اس جلا وطنی میں اُن کی باوفا بی بی سیتا اور اُن کے برادر عزیز لچھمن نے حق رفاقت ادا کیا۔ یہ شاہی گروہ اجودھیا کی رعایا برایا کو اپنی مفارقت کے رنج و الم میں گریہ و زاری کرتا ہؤا چھوڑ کر رخصت ہؤا۔ الہ آباد سے گزر کر چترکوٹ پہاڑ پر پہنچے۔ کئی سال کی دشت نوردی کے بعد منبع گوداوری کے قریب پنچوٹی پر اقامت اختیار کی۔ تاکہ باقی ایام وہاں بسر کریں +

۶۔ جنگل کے پھل پھلاری اور شکار پر گزر اوقات کرتے تھے۔ رام چندر اور لچھمن باری باری سے صید افگنی کو جاتے۔ مگر ایک بھائی سیتا کی تشفی خاطر اور حفاظت کی نظر سے موجود رہتا۔ قضارا ایک روز رام چندر جس سمت کو شکار

کے لئے گئے تھے۔ اُدھر سے نالہ و بُکا کی آواز آئی۔ ناچار لچھمن سیتا کو تنہا چھوڑ کر تفتیش حال کے لئے چلے گئے۔ اُن کا جانا تھا کہ لنکا کا راجہ راون سیتا جی کو جبرًا اپنے ساتھ لے گیا +

۷۔ جب رام چندر جی نے مُعاودت کی اور سیتا کو قیامگاہ پر نہ پایا۔ تو بغایت مُضطرب ہوئے۔ اور جنگل جنگل تلاش کرتے پھرے۔ آخر کو جب تھا رل گیا تو راجہ کرناٹک کے بھائی سُگریو کی اِعانت سے لنکا پر لشکرکشی کا عزم کیا +

۸۔ آغاز جنگ سے پیشتر ہنومان جو سُگریو کا وزیر اعظم اور سپہ سالار تھا۔ راون کے سمجھانے کو بھیجا گیا۔ جب صلح وصلاح سے راون راہ راست پر نہ آیا تو ہنومان سیتا کو تسلی وتشفی دے کر واپس چلا آیا۔ پھر تو رام چندر جی کے لشکر نے سیت بند کو عبور کر کے خوب معرکہ آرائی اور جدال وقتال کیا۔ یہاں تک کہ بدذات راون اُن کے ہاتھ سے ہلاک ہُوا۔ اور اپنے کردار کی پاداش کو پُہنچا +

۹۔ یہ فیروز مند گروہ سیتا کو زندانِ بلا سے چھُڑا کر وطن کی جانب پھرا۔ مگر اوّل اُس غمزدہ قیدی کو اپنی عِفّت

وعصمت کے ثبوت میں ایک ہولناک امتحان آگ میں گرنے کا حکماً دینا پڑا۔ کیونکہ اُس زمانہ میں مشتبہ عورت کے لئے دہکتی ہوئی آگ یا جلتے توے پر برہنہ پا چلنا ہی پاکدامنی کی شہادت خیال کی جاتی تھی +

۱۰۔ اِس سخت آزمائش کے بعد رام چندر اور سیتا جی دھوم سے اجودھیا میں داخل ہوئے اور تختِ شاہی نے راجہ رام چندر جی کے جلوس سے رونق تازہ پائی۔ سیتا جی نے جبلّی نیک مزاجی۔ خوشخوئی۔ اور نہایت خلوص و وفاداری سے اپنے نامور شوہر کے دل میں اِزدیادِ محبّت کا بیج بُویا۔ کچھ عرصے کے بعد آثارِ حمل نمودار ہوئے اور دستور کے موافق حاملہ کی حفاظت اور خوشی کے ساز و سامان کیے گئے مگر افسوس کہ اِنقلابِ روزگار نے بہت جلد اِس مسرّت کو کلفت سے بدل دیا +

۱۱۔ عوامُ النّاس نے سیتا جی کی عِفّت اور بیگناہی کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ گھر گھر بدگمانی اور الزام کا چرچا ہونے لگا۔ ناچار رامچندر جی نے پیاری بی بی کو جلاوطن کیا۔ لچھمن جی اُس بیکس شکستہ خاطر کو بن کے اندر بالمیک کی منڈھی کے پاس چھوڑ آئے۔ وہیں لو اور کُش دو توام لڑکے پیدا ہوئے

جنھوں نے بالمیک کی سرپرستی میں پرورش پائی +

۱۲- جس وقت رام چندر جی نے اسومیدھ جگ کیا۔ تو یہ لڑکے بھی بالمیک کے ساتھ اجودھیا کو گئے۔ اگرچہ اُن کا لباس غریب برہمن زادوں کا سا تھا۔ مگر اُن کی شکل و صورت سے جلالِ شاہی اور شکوہ امارت ٹپکتا تھا۔ اِس لئے اصل حال مخفی نہ رہ سکا۔ اور بہت جلد اُن کا حسب و نسب سب پر آشکارا ہوگیا +

۱۳- اُس وقت بالمیک نے بھری مجلس میں سیتا جی کی سفارش کی اور تمام الزام و اتّہام جو اُن کی عصمت پر لگائے گئے تھے۔ رفع کردیے۔ اب تمام راجاؤں اور سرداروں نے جو اُس جشن میں جمع ہوئے تھے۔ متفق اللفظ یہی کہا "سیتا ستونتی ہے' اور اُس کو واپس بُلا لینا مناسب ہے"۔ لیکن اور اہلِ مجلس نے خاموشی اختیار کی۔ اور ویسی کی رائے نہ دی۔ اِس لئے رام چندر جی کو رعایا کی رضامندی کے بغیر ایسا کرنا مصلحت نہ معلوم ہوا +

۱۴- بالمیک نے یہ صورت دیکھ کر کہا۔ کہ "اب بھی کسی کو شک و شبہ ہو۔ تو مکرر آزمائش ہوسکتی ہے" سیتا جی کو جو تکلیفیں سہتے سہتے اور مصیبتیں اُٹھاتے اُٹھاتے نہایت

نحیف و ناتوان ہو گئی تھیں۔ یہ باتیں اِس قدر شاق گزریں کہ تاب نہ رہی۔ غم و غُصّہ کے جوش میں غش کھا کر گر پڑیں اور آخرِ دم تک ہوش میں نہ آئیں۔ رام چندر جی کو اِس سانحہ کا ایسا قلق ہُؤا کہ آخر کار اپنے تئیں دریائے سرجو کے حوالے کیا ÷

۱۵۔ الغرض سیتا ایک نیک طِینت۔ باوفا۔ صابر۔ مُستقل مزاج اور خاوند کی فرمانبرداری کرنے والی بی بی کا ایک عجیب اور بے نظیر نمونہ تھی ÷

یاد کرو تلفّظ اور معنی

لطافت خصائل قُرّۃُ العین شباب دستگاہ اِغوا
دشت نوردی صید افگنی تفتیش مُعاودت مُضطرب عبور
جِدال قِتال پاداش عِفّت عِصمت شہادت
جُلوس جبلّی خُلوص اِزدیاد حمل جلال
شکوہ اِمارت حسب اِہتمام سانحہ طِینت

رنگین دہلوی	(۳۷) حکایت روباہ	

لومڑی کا دشمن اک خرگوش تھا
پر بہت بے عقل اور بے ہوش تھا
ایک دن اک بھیڑیے کا بن کے یار
یوں لگا کہنے اُسے "اے غمگسار!

صدقے تجھ پر سے یہ میری جان ہے
بھیڑیے کو مگر تھے ہر چند یاد
لومڑی کے در پے اس کو مگر کھڑا
لومڑی سے یوں کہا در کر کچھ علاج
اس نے گھبراہٹ سے جو یہ بات کی
تھی عداوت کی جو آتی اس سے بو
بی اس رستے سے اس کو لائیو
تھا بنا یا اس نے جو اس راہ کو
جو ہیں پہنچے آگے اس رستے سے واں
آپ سے دونو اسیر چاہ ہوئے
ہے برائی کا ثمر رنگیں یہی
نیک و بد کی کیا تجھے اٹکل نہیں

آج کے دن تو مرا مہمان ہے
ہو لیا پر ساتھ اس کے ہو کے شاد
آپ وہ خرگوش پھر اندر بڑھا
تیرے گھر مہمان اک آیا ہے آج
تھی وہ گیدڑ سے مقرر اس میں پی
جانتی تھی اس کو وہ اپنا عدو
آگئے آگے اس کے پر تو آئیو
واں کیا خس پوش تھا اک چاہ کو
گر پڑے اس میں وہ دونو ناگہاں
بچ رہی وہ اور وہ دونو موئے
پوست کندہ میں نے تجھ سے یہ کہی
راہ سے بے راہ ہرگز چل نہیں

یاد کرو لفظ اور معنی

غمگسار مقرر عدو اسیر شاد پی چاہ پوست کندہ

(۳۸) چھاپہ کا ایجاد

۱- اس صنعت کے ایجاد نے علوم و فنون کے قالب میں ایک تازہ روح پھونک دی ہے۔ جب تک قلم سے

کتابت ہوتی تھی۔ کتابوں کی تصنیف و تالیف اور اُن کی اشاعت کم ہوتی تھی۔ اِس لئے علم و ہُنر کا بازار سرد تھا۔ مگر چھاپہ کی ایجاد نے کتابوں کو پانی کے مُول کر دیا اور بہت سا وقت اور بڑی محنت جو کتابوں کے لکھنے میں صرف ہوتی تھی بچا دی +

۲۔ اگلے وقتوں میں جب روم و یونان پر تباہی آئی تو جنگ و جدل کے زمانہ میں اکثر حکما کی تصنیفات جن کے نسخے بہت کم تھے غارت ہو گئیں۔ پھر وہ ایسی مفقود ہوئیں کہ دُنیا میں اُن کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ اب چھاپہ کی بدولت ایک ایک کتاب کے ہزار ہا نسخے تیار ہو سکتے ہیں اِس لئے کتابوں کے بالکل نیست و نابود ہو جانے کا خطرہ بہت کم ہو گیا ہے۔ مگر چھاپہ کی بدولت جس طرح عمدہ کتابیں اور مفید مضامین رواج پاتے ہیں۔ جن کا مُطالعہ انسان کے لئے مفید ہے۔ اسی طرح بُرے مضمون اور مضرت ناک کتابیں بھی شائع ہو سکتی ہیں۔ اسی نظر سے چھاپہ خانہ کے واسطے گورنمنٹ نے خاص قانون بنا دیا ہے تاکہ کوئی شخص اِس مُفید آلہ کو بُرے کام میں نہ لائے +

۳۔ چھاپہ کے ایجاد کا دعوےٰ اہل ہالینڈ اور اہل جرمنی

دونو کرتے ہیں۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ موجد اس کا ہالینڈ ہے
البتہ اہل جرمنی نے اس کو رونق و ترقی دی ہے۔ کہتے
ہیں کہ سنہ ۱۴۲۰ء میں ایک شخص نے بطور تفنن درخت پر کچھ
نقش و نگار کھودے اور سیاہی لگاکر کاغذ چپکا دیا۔ اُس
کاغذ پر اچھے خاصے نقش اُٹھے۔ پھر تو لکڑی کھود کر چھاپنے
کا رواج شروع ہو گیا +

۴۔ بارہ برس کے بعد ایک شخص جو چھاپہ خانہ کا
ملازم تھا ہالینڈ سے بھاگ کر جرمنی میں آیا آلات طبع چرا کر
ساتھ لایا۔ اور یہاں اس صنعت کو رواج دیا۔ جب اُس
نے دیکھا کہ لکڑی جلد گھستی اور حرف خراب ہو جاتے ہیں
تو سیسے پر حرف بنانے کی ترکیب نکالی۔ مگر اس طرح
حرفوں کے کندہ کرنے میں بھی بہت وقت صرف ہوتا تھا۔ پھر
اُس نے ایک اَور شخص کو اپنا شریک حال بنایا اور اُس کو
نصفا نصف منافع کا ساجھی کر لیا۔ باہم قول و قرار ہو گیا
کیونکہ اُس وقت تک یہ صنعت بطور خفیہ راز کے تھی۔ اِس
شخص نے اوّل فولادی حرف تیار کیے۔ اور اُن کا ٹھپّہ تانبے
پر اُٹھایا۔ اِس طرح تانبے کا قالب بناکر اُس میں سیسے کے حروف
ڈھالنے لگا۔ پھر تو چھاپنے میں آسانی ہو گئی +

۵- ۱۴۶۲ء میں ایک بار اُس شہر کو جہاں یہ چھاپنے والے رہتے تھے۔ غنیم نے فتح کرلیا۔ باشندے خوفِ جان سے بھاگ نکلے۔ یہ لوگ بھی اپنے وطن کو چھوڑ اِدھر اُدھر نکل گئے اُس وقت سے اور ملکوں میں بھی اِس صنعت نے رواج پایا۔ ملک انگلستان میں یہ صنعت ۱۴۷۴ء سے شروع ہوئی ہے۔ مگر آکسفورڈ کے مدرسہ میں بعض کتابیں ۱۴۶۸ء کی مطبوعہ بھی ملتی ہیں +

۶- انگلستان میں چھاپے کے آنے کا قصہ یوں مشہور ہے کہ شاہ انگلستان نے ایک معتمد ملازم زرِ کثیر دیکر ہالینڈ کو روانہ کیا کہ کسی تدبیر سے اِس صنعت کو حاصل کرے اُس نے بھیس بدل کر کچھ عرصے تک اُس ملک میں قیام کیا۔ کیونکہ اُس وقت تک یہ صنعت غیروں سے مخفی رکھی جاتی تھی۔ اور اگر معلوم ہوتا کہ کوئی شخص غیر ملک کا اِس کو سیکھنے آیا ہے۔ تو وہ اِس قصور پر قید کر دیا جاتا تھا۔ غرض انگلستانی عیار نے اپنے حُسنِ تدبیر سے چھاپہ خانہ کے ایک ملازم کو جو اِس فن سے بخوبی واقف تھا۔ رِجھا لیا اور زرِ کثیر دے کر اِس کو انگلستان آنے پر رضامند کیا۔ ایک روز خفیہ طور پر یہ دونو آدمی شہر سے نکلے

اور سمندر کے ساحل پر پہنچکر اُس جہاز میں سوار ہو گئے۔ جو شاہِ انگلستان کی طرف سے اِس خدمت کے واسطے متعین تھا۔

۷۔ جب چھاپہ کا ہنرمند انگلستان جا پہنچا۔ تو بادشاہ نے لندن میں اِس کارخانہ کا بنانا مصلحت نہ جان کر اُس کاریگر کو آکسفورڈ میں بھیج دیا۔ جہاں اُس نے کارخانہ کی بنا ڈالی۔ اور چند انگریزوں کو یہ فن سکھایا۔ پھر تو روز بروز اِس عجیب اور مفید صنعت کا رواج بڑھتا گیا۔ اور بہت کچھ ترقی اُس میں ہوئی۔ یہاں تک کہ آج کل چھاپہ کی کلیں بخاری انجن کے ذریعے سے چلائی جاتی ہیں۔ اور ایک روز میں اتنا کتاب چھاپ دیتی ہیں جتنا ہاتھ کی کلیں مہینوں میں نہ چھاپ سکیں۔ انگریزوں کی بدولت یہ صنعت ہندوستان میں پہنچی اور اُس کی برکت سے کتابوں کی وہ ارزانی ہوئی کہ ہر ادنیٰ اور غریب شخص بھی خرید سکتا ہے۔ اگلے وقتوں میں جو قلمی کتاب روپیہ کو بمشکل میسر آتی تھی وہ اب آنہ میں دستیاب ہوسکتی ہے +

یاد کرو تلفظ اور معنی

تصنیف	جدل	مضرت	تفنن	مطبوعہ
تالیف	مفقود	شائع	آلات	مستعمد

اشاعت نسخہ موجودہ مطبع عیار

(۳۹) حکایت ماہی عقلمند و کم عقل و بے عقل

(از رنگین دہلوی)

دشت میں تھوڑا سا تھا اک آبگیر
مچھلیاں تین اُس میں رہتی تھیں صغیر

شام کو صیّاد پہنچا اک وہاں
بولا کہ ڈالوں گا صبح کو جال یاں"

وہ جو تھی دانا تو سُن کر اس بات کو
چل بسی آگے وہاں سے رات کو

صبح کو صیّاد نے اُٹھتے ہی جب
جال کو پانی میں پھینکا کر ہوس

وہ جو تھی کم عقل مچھلی اُس گھڑی
سمجھی اب مجھ پر مصیبت آپڑی

جان بچائی وہ اک دم ڈر گئی
بن کے مُردہ پھر تو وہ چت پڑ گئی

جان کر مُردہ اُسے صیّاد نے
دُور پھینکا واں سے اُس اُستاد نے

یوں بچا کر لے گئی وہ اپنی جان
تیسری کا اب سُنو مجھ سے بیان

بسکہ وہ احمق تھی آئی دام میں
اُس کو وہ صیّاد لایا کام میں

پس یہ لازم ہے کہ پیش از مرگ یار
کام فرما عقل کو رہ ہوشیار

تاکہ دانا سب کہیں دانا تجھے
جانیں عاقل اور فرزانہ تجھے

یعنی کر لے کچھ جوانی میں حصول
بندگی ہوتی ہے اِس سن کی قبول

اور جو پیری میں تجھے آیا خیال
ہے غنیمت تو بھی اے فرخندہ فال

گر رہا پیری میں بھی اس چال پر
تو تو رنگین وائے تیرے حال پر

یاد کرو تلفظ اور معنی

دہشت انگیز صغیر فرزانہ فرخندہ فال والے

(۴۰) غیاث الدین و شہاب الدین

۱- یہ دونو حقیقی بھائی خاندان غور کے شہزادے تھے۔ شجاعت۔ سخاوت خلق و مروت میں ایک دوسرے سے فائق و برتر۔ جب غیاث الدین کو تخت سلطنت نصیب ہوا تو چھوٹے بھائی کو مدار المہام اور سپہ سالار بنایا۔ یہ ہی شہاب الدین تھا جس نے ہندوستان کو فتح کرکے مسلمانی سلطنت کی بنیاد جمائی۔ ان دونو بھائیوں میں ساری عمر ایسا اتفاق و اتحاد رہا۔ جس کی نظیر شاہی خاندانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے +

۲- ایک بار ان کے چچا ملک فخرالدین نے سلطنت غور کے دعوے سے دونو بھتیجوں پر یورش کی۔ لیکن ان کے مقابلے میں شکست کھاکر گرفتار ہوگیا۔ یہ دونو بھائی جب چچا کے رو برو پہنچے۔ تو فوراً پیادہ پا ہوکر اس کی رکاب کو بوسہ دیا اور نہایت تعظیم و تکریم بجا لائے۔ قیدی چچا نے یہ مدارات دیکھ کر شبہہ کیا۔ کہ شاید میری ہنسی کرتے ہیں

مگر یہ شبہ بہت جلد رفع ہوگیا۔ اور اُس کو یقین آگیا۔ کہ دونو سعادت مند سچے دل سے انسانیت و قرابت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ آخر کار بہت آرام کے ساتھ اُس کو بلخ تک پہنچا دیا ✤

یاد کرو۔ تلفظ اور معنی

فائق مدار المہام مدارات

(۱۴) پرتھی راج اور شہاب الدین غوری

۱۔ خاندان چوہان کا اخیر فرمانروا پرتھی راج تھا۔ جس کو راے پتھورا بھی کہتے ہیں۔ دلی اور اجمیر کی دونو ریاستیں اُسی کے زیر نگیں تھیں۔ اجمیر کو اپنا پایۂ تخت بنایا تھا۔ دلی کی حکومت اپنے بھائی کنانڈے راے کو سپرد کی تھی۔ ۱۱۹۱ء میں سلطان غیاث الدین غور کا بادشاہ اور اُس کا چھوٹا بھائی شہاب الدین امیر لشکر اور حاکم غزنی تھا ✤

۲۔ شہاب الدین غزنی کا انتظام کرکے مُلک ہند کی تسخیر پر آمادہ ہُوا۔ اوّل لاہور کے بادشاہ خسرو ملک کو اسیر و دستگیر کرکے پنجاب پر قبضہ کرلیا پھر ہند و راجاؤں کی عملداری میں قدم بڑھایا۔ اور قلعۂ سرہند کو سرکیا۔

اب سُلطان مراجعت کی تیاری کر رہا تھا۔ کہ رائے پتھورا کی لشکر کشی کا غلغلہ سُنا۔ خود پیش قدمی کرکے آگے بڑھا۔ اِدھر سے رائے کا لشکر پہنچا۔ تلاوڑی کے میدان میں ہنگامۂ کارزار گرم ہو گیا +

۳- جس وقت سُلطان کی فوج راجپوتوں کے قلب پر جھکی ہوئی تھی۔ اُس کا دایاں اور بایاں بازو شکست کھاکر بھاگ گیا۔ مگر سُلطان کچھ رفیقوں سمیت میدان میں جما رہا۔ گوبند رائے نے ہاتھی اُس پر ریلا۔ سُلطان بھی گھوڑا اُٹھا کر بڑھا اور نیزے کا ایسا ہاتھ مارا کہ دانت توڑ کر اُس کے منہ میں اُتر گیا۔ مگر سلطان کے بھی زخم کاری لگا۔ قریب تھا کہ پشت زین سے جدا ہو جائے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ایک خلجی بچہ اُس کے پیچھے ہو بیٹھا۔ اور گھوڑے کو مہمیز کرکے دشمنوں کے نرغہ سے صاف نکال لے گیا۔ پھر تو باقی فوج کے قدم بھی اُٹھ گئے۔ اور یہ ہزیمت خوردہ لشکر سخت تباہی کے بعد لاہور میں داخل ہُوا +

۴- چندے قیام کرکے سلطان نے غزنی کی جانب کوچ کیا اور وہاں پہنچ کر فراریوں کو سخت سزائیں دیں۔ ظاہرا عیش و آرام کا نقشہ جمایا اور اپنے آپ

کو بے پروا بنایا۔ لیکن خفیہ طور پر لشکر کی دُرستی اور سامان جنگ کے تہیہ میں شب و روز مصروف رہا +

۵۔ رائے پتھورا غنیم کے خطرے سے فارغ البال ہوکر فتح کا نقارہ بجاتا اپنی راجدھانی میں آبیٹھا۔ اِسی اثنا میں قنوج کے راجہ جے چند نے جگ راجسو کا ارادہ کیا اِس جشن کا آئین یہ تھا۔ کہ گرد و نواح کے راجہ طلب ہوتے ہر قسم کی خدمتیں اپنے ہاتھ سے بجا لاتے۔ اِسی جلسہ میں راجہ کی لڑکی کا سوئمبر بھی قرار پایا تھا۔ رائے پتھورا اس تقریب کی شرکت پر آمادہ ہُوا۔ اتفاقاً کوئی ہمنشین بول اُٹھا "جو ہاتھوں کے ہوتے ہے چند کو یہ حوصلہ زیب نہیں دیتا"۔ رائے کو بھی راجپوتی مڑک آگئی۔ جانا ملتوی کر دیا +

۶۔ جے چند اُس کے نہ آنے سے ایسا برہم ہُوا۔ کہ رائے کی طلائی مورت بنواکر جشن کے دنوں میں دربان کی جگھ کھڑی کرا دی۔ جب سُنا کہ اِس کی ہتک اِس طرح کی گئی ہے تو رائے کو تاب نہ رہی کچھ جودھا جوان ہمراہ لے تماشائیوں کے لباس میں جا دھمکا۔ اور اُس مورت کو بے دھڑک اُٹھا لایا۔ قنوج والے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے ؎

برق تھی صرصر تھی یا تھا زلزلہ	واہ رے جانباز تیرا حوصلہ

۷۔ راجہ کی دختر سنجوگتی یہ داستان سُن کر راے کی دلیری پر شیفتہ ہوگئی اور اُس کے سوا کسی کو پسند نہ کیا۔ باپ سخت آزردہ ہُوا۔ دولت خانہ سے نکال ایک جُدا مکان میں اُس کو نظر بند کر دیا۔ جب راے کو یہ خبر لگی۔ تو سو سامنت ساتھ لے پھر یکایک قنوج پر ٹوٹ پڑا۔ اور دن دہاڑے سنجوگتی کو لے چلا۔ قنوج کے سورماؤں کی حمیت بھی جوش میں آئی تعاقب کرکے راہ میں جالیا۔ وہ رن پڑا اور گھمسان مچا کہ دلاوروں کے خون سے زمین رنگین ہوگئی۔ اگرچہ راے کے سب جاں نثار کام آئے اِلّا اُس لعل بے بہا کو ہاتھ سے نہ دیا۔ مرگھٹ کر دلی تک لے ہی پہنچا ⁂

۸۔ اِس معرکہ سے ایک سال بعد سلطان شہاب الدین نے پھر یورش کی لیکن سرداران لشکر سے اپنا مقصود پوشیدہ رکھا۔ پشاور میں پہنچ کر ایک بوڑھے سپاہی نے عرض کیا خُداوندا! اِس لاؤ لشکر سے تو کسی بڑی مُہم کے آثار نظر آتے ہیں۔ پھر اُمراے اِس راز کے مخفی رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟ سُلطان نے آہِ سرد بھر کر کہا "سُن پیرمرد! جس دن سے میں نے راجپوتوں کے مقابلے میں زک پائی۔ حریم دولت میں بستر کو پیٹھ نہیں لگائی۔ ہنوز وہ خون آلود

پیراہن نہیں بدلا۔ جو لڑائی کے وقت میرے تن پر تھا۔ آج تک اُن امیروں کا مُنہ نہیں دیکھا جو مجھ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اب غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ یا تو دُشمن سے انتقام لُوں یا سر میدان لڑ کر جان دُوں"+

۹۔ پیرِ مرد نے دُعاے خیر دے کر کہا "صلاح وقت یہ ہے کہ اُمرا کی تقصیر معاف فرمایئے۔ اُن کا رتبہ بڑھایئے۔ تاکہ آیندہ سُرخرو ہوں اور پچھلے قصور کا بدل کریں" سُلطان نے اُس کی صلاح مان لی۔ مُلتان پہنچ کر ایک دربار کیا۔ لشکر کے سرداروں کو جمع کرکے اُن کے حال پر مہربانی فرمائی اور اپنا منشا سمجھایا۔ سب نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر عہد و پیمان کو تازہ کیا+

۱۰۔ اب لاہور پہنچ کر راے کے نام نامہ لکھا گیا۔ کہ "یا تو ہماری اطاعت قبول کرو۔ یا جنگ و پیکار کے لئے تیار ہو جاؤ" جب پیکِ سُلطانی راے کے درِ دولت پر حاضر ہُوا۔ تو کسی کو تاب نہ تھی کہ یہ خبر گوش گزار کرے چندا بھاٹ سات ڈیوڑھیاں طے کرکے راجہ کے حضور میں پہنچا اور سُلطان کی یورش کا حال بیان کرکے اُس کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ رانی سنجوگتی بھی جس

کی بدولت رائے کی یہ بُری گت ہوگئی تھی۔ کہنے لگی "اے راجہ! بزم عیش ختم ہوئی۔ اب میدان رزم کو آراستہ کر۔ مُلک و ملت کو ترکوں کی ترک تاز سے بچا" +

۱۱۔ الغرض رائے نے سُلطان کے سفیر کو سخت جواب دیکر رخصت کیا اور ہمہ تن جنگ کی تیاری میں مشغول ہُوا۔ قرب و جوار کے راجاؤں کو خبر پُہنچائی۔ عرصۂ قلیل میں لاکھوں سورما راجپوت اُس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ جب کُوچ کی ساعت نزدیک پُہنچی۔ رانی سنجوگتا نے اپنے ہاتھ سے زرہ بکتر پہنایا۔ ہتھیار بدن پر سجا۔ رائے کا آخری دیدار دیکھا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ اِدھر کوچ کے نقارہ پر چوب پڑی۔ اُدھر رانی کا کلیجہ ہل گیا۔ راجہ اہل خاندان کو وداع کرکے راجپوت سرداروں کے ساتھ رخصت دروازہ سے نِکلا۔ لشکر کو کُوچ کا حکم سُنایا۔ اور منزل بہ منزل تھانیسر کے میدان میں جا پُہنچا۔ دریائے سرستی کے وار پار دونو لشکر خیمہ زن ہوئے +

۱۲۔ ایک رات سُلطانی لشکر نے دریا کو عبور کرکے صُبحدم طبل جنگ آ بجایا۔ راجپوتوں نے آنکھ کھولی تو غنیم کو سر پر موجود پایا۔ ایک گروہ نے جھٹ پٹ آگے بڑھ کر دشمن

کو روکا۔ اتنے میں سارا لشکر صف بستہ ہو کر سامنے آ گیا +

۱۳۔ سلطان کا لشکر چار حصّوں میں تقسیم تھا۔ ہر حصّہ باری باری سے حملہ کرتا تھا۔ مگر دلاور راجپوت بھی ایسے جی توڑ کر لڑے کہ ترکوں کے دل میں ہیبت بیٹھ گئی۔ اب سلطان ظاہراً شکست کی صورت بنا کر پیچھے ہٹا۔ راجپوتوں نے جو تعاقب شروع کیا۔ تو اُن کی ترتیب درہم برہم ہو گئی۔ اُس وقت سلطان نے پلٹ کر تازہ دم فوج سے پھر حملہ کیا۔ لیکن یہ تدبیر بھی راس نہ آئی۔ فتح اور شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہُوا +

۱۴۔ جب ہوا نہایت گرم ہو گئی اور سُورج سر پر آ گیا تو رائے نے درختوں کے سائے میں پناہ لی۔ ڈیڑھ سو راجہ مہاراجہ اُس کے گرداگرد جمع ہوئے۔ سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر عہد و پیمان کیا۔ اخیر دم تک لڑنے کی قسم کھائی۔ شربت پیا پان کا بیڑا چبایا۔ تلسی کے پتے زبان پر دھرے۔ پیشانی پر قشقۂ زعفرانی کھینچا اور ذرا دم لیا +

۱۵۔ اب کسی قدر دن ڈھل گیا تھا کہ سلطان غوری بارہ ہزار سوار خاصہ لے کر اپنی جگہ سے ہلا۔ سواروں کے سروں پر مرصّع خود۔ بدن میں فولادی جوشن۔ ایک ہاتھ میں تلوار۔ ایک میں نیزہ۔ باگیں اُٹھائے۔ کنوتیوں سے کنوتیاں

ملائے دریائے موّاج کی طرح اُمنڈ آئے۔ اس پُر زور حملے نے راجپوتی سپاہ میں کچھ ایسا زلزلہ ڈالا کہ یکایک ہوا پلٹ گئی چشم زدن میں کچھ سے کچھ ہوگیا۔ وہ شاندار فوج جو پہاڑ کی طرح جمی کھڑی تھی۔ دم کے دم میں تہ و بالا ہو گئی۔ بڑے بڑے نامی گرامی سردار میدان میں کام آئے۔ رائے پتھورا گرفتار ہو کر مارا گیا۔

۱۶۔ جب سرداروں کا یہ حال ہوا تو بن سری فوج کیا لڑتی اور کس کا سہارا پکڑتی ؟ جس طرف جس کا منہ اُٹھ گیا بھاگ نکلا۔

جہاں کل سپہدار تھے حکمراں
جہاں کل تھے فیلانِ جنگی ہزار
جہاں پاسباں کل تھے للکارتے
وہاں آج لاشوں کے انبار ہیں
وہ سر جس پہ تھا کل جواہر کا تاج

کھڑے تھے جہاں ترچھے بانکے جواں
کُداتے تھے گھوڑے جہاں شہسوار
پرندے بھی ڈرتے تھے پر مارتے
پڑے ہر طرف سینہ افگار ہیں
وہ ہے خاک اور خوں میں آلودہ آج

۱۷۔ رانی سنجوگتی دم دم کی خبریں منگاتی تھی جب اس حادثہ جانکاہ کی منادی آئی۔ تو اُس نے زندگی پر موت کو ترجیح دی۔ چتا میں بیٹھ اپنے تنِ نازنین کو آتشِ سوزاں کے حوالے کیا۔ تھوڑی دیر میں مشتِ خاکستر کے سوا اُس کا

کچھ نام و نشان باقی نہ رہا۔ مؤلف

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے بادِ صبا
یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

اس طرح دولتِ چوہان کا خاتمہ اور غوریوں کی سلطنت کا آغاز ملک ہند میں ہُوا۔

یاد کرو تلفّظ اور معنی

کارزار	تہیّہ	پیراہن	مِلّت	مُرصّع
قمچیز	فارغ البال	تلافی	تُرک تاز	خُود
زغہ	صرصر	پیکار	وداع	جوشن
اعدا	زلزلہ	تیک	تعاقب	چشم زدن
فراری	شیفتہ	زمزم	قشقہ	ترواجیج

(۴۲) کوہ ہمالہ
از مؤلف

ہے ہمالہ پہاڑ سرِ جنون
بیل بوٹوں سے بن رہا ہے چمن
ہے ہر اک ڈھانک اس کی پھلواری
لالہ خود رو ہے اور اس کے پاس

جس کے اوپر تلے کھڑا ہے بن
سبز چوٹی ہرے بھرے دامن
سرد چشمے جہاں تہاں جاری
لہلہاتی ہے خوبصورت گھاس

سیکڑوں قسم کے ہیں پھول کھلے
کہیں بن مالنا - کہیں بیلا
سال کا کیا ہی خوب جنگل ہے
سرو و شمشاد ہیں قطار قطار
ہیں کٹیانوں پہ کودتے لنگور
ہیں ترائی میں ہاتھیوں کے غول
شیرِ خونخوار شاہ ہے یاں کا
بارہ سنگے غریب پر ہے لتاڑ
وہ جو ہے ہند کا بڑا ساگر
کوچ در کوچ روز بڑھتا ہے
کبھی دیتا ہے باندھ مینہ کا تار
تھا چڑھا یوں پہاڑ پر پانی
واں سے چشمے بہت اُبل نکلے
سندھ و ستلج ہیں مغربی دریا
ہیں یہ دریا بہت بڑے چاروں
پس سمندر سے جو رسد آئی
ہؤا سرسبز ہند کا میدان
ہند کی سرزمیں ہے اَن ماتا

پیڑ باہم کھڑے ہوئے ہیں ملے
کہیں اخروٹ اور کہیں کیلا
سورماؤں کا بن کے دنگل ہے
ریچھ پھرتے ہیں بن کے چوکیدار
ایک ہی جست میں وہ پہنچے دُور
کوئی بائل ہے اور کوئی تنجھول
پاڑھے چیتل کو خوف ہے جاں کا
سینگ ہیں اُسکے جھاڑ اور جھنکاڑ
واں سے چلتا ہے ابر کا لشکر
پھر ہمالہ پہ آکے چڑھتا ہے
کبھی کرتا ہے برف کی بھرمار
کی ہے قدرت نے کیا ہی آسانی
ندی نالے ہزار چل نکلے
اور پورب میں میگھنا - گنگا
جن میں بہتا ہے پانی الغاروں
یوں ہمالہ نے بانٹ کر کھائی
تیری حکمت کے اے خدا قربان!
اور ہمالہ پہاڑ جل داتا

اے ہمالہ پہاڑ تیری شان
ساری دُنیا میں ہے تو ہی بالا
سامنے اِک سیاہ دَل بادَل
گھاٹیاں جِن میں گونجتی ہے صدا
دَبدبہ اپنا تو دِکھاتا ہے
ہے مِرے دِل میں یہ خیال آتا
واں سے نیچے کا دیکھتا میداں
دو لکیریں سی وہ نظر آتیں
اِس تماشے سے جبکہ جی بھرتا
شام کو دیکھتا بہار بڑی

دنگ رہ جائے دیکھ کر انسان
تُجھے جب پاس دیکھنے والا
دیو کی طرح سے کھڑا ہے اٹل
آبشاروں کا شُور ہے برپا
گویا میدان کو ڈراتا ہے
کاش چوٹی پہ تیری چڑھ جاتا
جس میں گنگ وجمن ہیں تیز رَواں
دائیں بائیں کو صاف لہراتیں
تو شمالی طرف نظر کرتا
گویا سُونے کی ہے فصیل کھڑی

پھر وطن میں جب آن کر رہتا
دوستوں سے یہ ماجرا کہتا

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

سرِجیوں خُودرَو آبشارُوں اَلغارُوں فَصِیل ماجرا

(۴۳) تحمّل اور وفاے وعدہ

۱- ایک بار سُلطان فیروز تُغلق نے بنگالے پر فوج کشی کی تھی - اِس مہم میں اُس کا بیٹا فتح خاں بھی ہمرکاب

تھا۔ اگرچہ شہزادہ صغیر سن تھا۔ مگر اور بچّوں کی طرح اُس کو لہو و لعب کا شوق بالکل نہ تھا۔ صبح سے دوپہر تک اور شام سے پہر رات گئے تک نوشت و خواند میں مصروف رہتا۔ مجلس داری اور سواری کے اوقات میں جو امور پیش آتے۔ اُن کو اِس خوبی سے فیصل کرتا کہ بڑے بڑے ذی عقل سن رسیدہ حیران رہ جاتے۔

۲۔ ایک روز نیند کا غلبہ ہؤا۔ مکتب سے اُٹھ محل خاص کو چلا۔ راہ میں ایک پیرزال دُہائی دیتی سامنے آئی اور کہا "میرا شوہر اور لڑکا سُنار گانوٴں سے کچھ مال خرید کر سُلطانی لشکر میں بیچنے کو لا رہے تھے۔ یکایک ڈاکو ٹوٹ پڑے اور سب مال متاع لُوٹ لیا۔ جب وہ مصیبت کے مارے لُٹ پٹ کر شاہی لشکر کے قریب پہنچے ہیں تو سپاہیوں نے جاسُوسی کے شبہ میں گرفتار کر لیا۔ اب یہ بیکس بے وارث بُڑھیا داد خواہی کے لئے تیرے پاس آئی ہے"۔

۳۔ نیک بخت شہزادہ بُڑھیا کا دردناک ماجرا سُن کر بہت کُڑھا اور بولا "اچھا مائی! اگر تو سچّی ہے تو دو گواہ لا جو تیرے بیان کی تصدیق کریں"۔ بُڑھیا بولی "بیٹا! گواہ تو بہت ہیں۔ پر میں ڈرتی ہوں کہ آنے جانے میں دیر لگی۔

تو پھر تم تک رسائی دشوار ہو گی۔" شہزادہ نے ہنس کر کہا۔" خیر میں اسی جگہ کھڑا ہوں۔ تم جاؤ اور اپنے گواہ لاؤ۔" +

۴۔ غرض بڑھیا چلی گئی اور شہزادہ منتظر کھڑا رہا۔ خادموں نے عرض کیا کہ" مبادا تمازتِ آفتاب باعثِ مضرت ہو۔ اگر فلاں درخت کے سائے میں قیام کیجیے۔ تو مناسب ہے۔" مگر شہزادہ نے وہاں سے قدم اُٹھانا خلافِ وعدہ سمجھا۔ دھوپ کی سختی کو برداشت کیا اور وہیں کھڑے بڑھیا کے گواہوں کا بیان سُنا۔ اور جب یقین ہو گیا۔ کہ بڑھیا سچی ہے تو اُس کو ساتھ لے کر باپ کے پاس گیا۔ لیکن بادشاہ سوتا تھا۔ اِس لئے شہزادہ کو اُس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک کہ وہ بیدار ہُوا اور کیفیت واقعہ سُن کر اِن دونو کی رہائی کا حکم دیا +

۵۔ اِس کام میں شہزادہ کو اتنی دیر لگی۔ کہ اُس دن دوپہر کا کھانا قریبِ شام کے کھایا۔ اگر وہ صبر و تحمل کے ساتھ اِس تکلیف کو گوارا نہ کرتا۔ تو وہ لازوال خوشی جو ایک مظلوم کی داد رسی سے حاصل ہوئی کھانے اور سونے سے ہرگز نصیب نہ ہوتی +

یاد کرو تلفّظ اور معنی

ہمرکاب	ذی عقل	پیرزال	مبادا	لازوال
صغیر سن	سن رسیدہ	جاسوس	تمازت	داد رسی

(۴۴) کچھوا اور خرگوش

از مؤلف

ایک کچھوے کے آگئی جی میں — سیر کیجیے دشت خشکی میں
جا رہا تھا چلا ہوا خاموش — اُس سے ناحق اُلجھ پڑا خرگوش
"میاں کچھوے! تمھاری چال ہے یہ — یا کوئی شامت اور وبال ہے یہ
یوں قدم پھونک پھونک دھرتے ہو — گویا اُتو زمیں پہ کرتے ہو
کیوں ہوئے چل کے مُفت میں بدنام — کیا چلے بن اٹک رہا تھا کام
تم کو یہ حوصلہ نہ کرنا تھا — چلّو پانی میں ڈوب مرنا تھا
یہ تن و توش اور یہ رفتار — ایسی رفتار پہ خُدا کی مار"
بولا کچھوا کہ "ہوں خفا نہ حضور — میں تو ہوں آپ معترف بہ قصور
اگر آہستگی ہے جُرم و گناہ — تو میں خود اپنے جُرم کا ہوں گواہ
مجھ کو جو سخت و سُست فرمایا — آپ نے سب دُرست فرمایا
مجھ کو غافل مگر نہ جانیے گا — بندہ پرورا! بُرا نہ مانیے گا
یوں زبانی جواب تو کیا دُوں — شرط بد کر چلو تو دکھلا دُوں
تم تو ہو آفتاب میں ذرّہ — پر مٹا دُوں گا آپ کا غرّہ"
سُن کے خرگوش نے یہ تلخ جواب — کہا کچھوے سے یوں ز روئے عتاب

"تو کرے میری ہمسری کا خیال
چیونٹی کے جو پَر نکل آئے
ارے بیباک! بدزبان، ہُنہ ہٹ!
حیب میں تیزی سے جست کرتا ہوں
گرد کو میری باد پا نہ لگے
ریل ہوں برق ہوں۔ چھلاوا ہوں
تیری میری بنیگی صحبت کیا؟
جس نے بھگتے ہوں تُرکی و تازی
بات کو اب زیادہ کیا دُوں طول
ہے مُناسب کہ اِمتحاں ہو جائے
الغرض اِک مقام ٹھہرا کر
بسکہ زوروں پہ تھا چڑھا خرگوش
جس طرح جائے توپ کا گولا
ایک دو کھیت چوکڑی بھر کے
کسی گوشے میں سُو گیا جا کر
اور کچھوا غریب آہستہ
سُوئی گھنٹے کی جیسے چلتی ہے
یوں ہی چلتا رہا باستقلال

تیری یہ تاب! ہو سکت! یہ مجال
ہے یقین عنقریب اجل آ ئے
تو نے دیکھی کہاں ہے دَوڑ۔ جھپٹ
شہ سواروں کو پست کرتا ہوں
لاکھ دوڑے مرا تپا نہ لگے
بلکہ میں ریل کا بھی باوا ہوں
آسماں سے زمیں کو نسبت کیا
ایسے مریل سے کیا بدے بازی؟
خیر کرتا ہوں تیری شرط قبول
تاکہ عیب و ہنر عیاں ہو جائے"
ہوئے دونو حریف گرمِ سفر
تیزی پھرتی سے یوں بڑھا خرگوش
یا گرے آسمان سے اُولا
اپنی چُستی پہ آفریں کر کے
"فکر کیا ہے چلینگے سستا کر"
چلا سینے کو خاک پر گھستا
یا بتدریج چھاؤں ڈھلتی ہے
نہ کیا کچھ اِدھر اُدھر کا خیال

کام کرتا رہا جو پے در پے
جیت خرگوش رہ گیا سوتا
جب کھلی آنکھ تو سویرا تھا
صبر و محنت میں ہے سرافرازی
نہیں قصہ یہ دل لگی کے لئے

کر گیا رفتہ رفتہ منزل طے
ثمرہ غفلت کا اور کیا ہوتا؟
سخت شرمندگی نے گھیرا تھا
سست کچھوے نے جیت لی بازی
بلکہ عبرت ہے آدمی کے لئے

ہے سخن اس حجاب میں روپوش
ورنہ کچھوا کہاں کہاں! خرگوش

یاد کرو تلفظ اور معنی

شامت   نوش   غرہ   بادپا   حریف   عبرت
وبال   معترف   عتاب   تازی   تدریج   حجاب

(۴۵) بیضائدہ کوشش

ازمولف

تھی شام قریب اور دہقاں
دیکھی اس نے کمان ناگاہ
رنگت میں اسے عجیب پایا
پہلے سے وہ سن چکا تھا اکثر
مشہور بہت ہے یہ کہانی
ملتی ہے جہاں کماں زمیں سے

میداں میں تھا گلہ کا نگہباں
جو کرتی ہے مینہ سے ہم کو آگاہ
ظاہر میں بہت قریب پایا
ہے قوس میں اک پیالۂ زر
افسانہ تراش کی زبانی
ملتا ہے وہ جامِ زر وہیں سے

سوچا لو جام اور بو جم — چھوڑو بُز و گوسفند کا غم
بیہودہ گنوار اِس گماں پر — سیدھا گیا تیر سا کماں پر
دِن گھٹنے لگا قدم بڑھایا — اُمید کہ اب خزانہ پایا
جتنی کوشش زیادہ تر کی — اُتنی ہی کماں پرے کو سرکی
پنہاں ہوئی قوس آخرِ کار — اور ظلمتِ شب ہوئی نمودار

ناکام پھرا وہ سادہ دہقاں
حسرت زدہ۔ غمزدہ۔ پشیماں

یاد کرو تلفظ اور معنی

قوس افسانہ تراش جام بُز گوسفند ظلمت

میر حسن (۴۶) سیرِ عمارت و چمن دہلوی

سفید ایک دیکھی عمارت بلند — کہ تھی نور میں چاندنی سے دوچند
وہ نکھرا فلک اور وہ مہ کا ظہور — لگا شام سے صبح تک وقتِ نور
ہر اک سمت واں نور کا ازدحام — لگے آئنے قدِ آدم تمام
لبِ نہر پر صاف جو غور کی — تو سیڑھی تھی وہ ایک بلور کی
پڑے اُس میں فوارے چھٹتے ہوئے — ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوئے
بنی سنگ مرمر سے جوئبر کی نہر — گئی چار سُو اُس کے پانی کی لہر
قرینے سے گِرد اُس کے سروِ سہی — پھر اک دُور دُور اُس سے سیب ہی

ہوائے بہاری سے گُل کھلے
چمن سے بھرا باغ گل سے چمن
چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا
خراماں صبا صحن میں چار سُو

چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے
کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن
کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا
دماغوں کو دیتی ہر اک گل کی بو

چمن آتشِ گل سے دہکا ہُوا
ہوا کے سبب باغ مہکا ہُوا

یاد کرو تلفظ اور معنی

اِزدِحام قرینہ سروِ سہی یاسمن خِراماں صَبا

میر حسن (۴۷) جنگل اور چاندنی رات دہلوی

وہ سنسان جنگل وہ نورِ قمر
وہ اُجلا سا میداں چمکتی سی ریت
درختوں کے پتے چمکتے ہوئے
درختوں کے سائے نے مہ کا ظہور
نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی
درختوں سے لگ لگ کے بادِ صبا

وہ بُراق سا ہر طرف دشت و در
اُگا نور سے چاند تاروں کا کھیت
خس و خار سارے جھمکتے ہوئے
گرے جیسے چھلنی سے چھَن چھَن کے نور
سُو وُہ عالمِ وجد میں تھی کھڑی
لگی بولنے وجد میں واہ وا!

یاد کرو تلفظ اور معنی

قمر بُرّاق دشت و در خس وجد

(۴۸) جلال الدّین محمّد اکبر

۱- تیموری نسل میں اکبر بڑا نامور اور ہر دلعزیز بادشاہ گزرا ہے۔ اُس کا باپ ہمایوں ابن بابر اور ماں حمیدہ بیگم تھی۔

۲- جن دنوں ہمایوں شیر شاہ سوری سے ہزیمت پا کر ہندوستان کی مغربی حدود میں پڑا پھرتا تھا۔ اور مصیبت و صعوبت کی گھٹا اُس پر چھائی ہوئی تھی۔ یکایک سندھ کے ریگستان میں خوشی و خرمی کا آفتاب چمکا۔ یعنی سنہ ۹۴۹ھ میں رجب کی پانچویں تاریخ شب یکشنبہ کو حصار امرکوٹ کے اندر اکبر کی ولادت ہوئی۔

۳- کچھ عرصہ بعد ہمایوں قندھار کی سرحد میں داخل ہُوا۔ مگر اپنے بھائی کامراں کے خوف سے مع حمیدہ بیگم اور چند رفقائے جاں نثار کے کام ناکام ایرانی عملداری میں بھاگ گیا۔ اکبر اپنی انا اور خدّام سمیت چچا کی حراست میں پڑ گیا اور کابل میں پرورش پاتا رہا۔

۴- ہمایوں نے دو برس کے بعد شاہ ایران کی کُمک سے افغانستان کو فتح کیا۔ اُس وقت ماں باپ نے اکبر کو پھر دیکھا۔ جس کی عمر اب دو سال نو مہینے آٹھ دن کی

ہوگئی تھی۔ اسی اثنا میں کامراں کابل پر دوبارہ قابض ہوگیا۔ جب ہمایوں نے محاصرہ کرکے قلعہ پر گولہ باری کا حکم دیا۔ تو سنگدل مرزا نے معصوم بھتیجے کو مورچہ پر لا بٹھایا جہاں توپ گولیوں کی بوچھار ہو رہی تھی۔ لیکن خدا کے فضل سے اکبر کو کچھ گزند نہ پہنچا۔ البتہ ہمایوں کی توپوں کا منہ بند ہوگیا +

۵۔ آخر کار ہمایوں نے سب خرخشوں کو مٹا کر دس برس تک صرف افغانستان پر قناعت کی۔ اس عرصے میں اکبر نے ہوش سنبھالا اور صید افگنی و سپہ گری کے فنون میں مہارت حاصل کی۔ الّا نوشت و خواند سے محض بے بہرہ رہا +

۶۔ ۱۵۵۶ء میں ہمایوں نے دلّی اور آگرہ پر دوبارہ تسلط کیا۔ مگر چھ مہینے بعد کتب خانے کے زینے سے گر کر وفات پائی۔ اُس وقت اکبر کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا۔ جس کی عمر صرف تیرہ برس چار مہینے کی تھی۔ پس اُس کی نوعمری کے باعث بیرم خاں مدار المہام سلطنت مقرر ہوا۔ جو پہلے سے اتالیق بھی تھا +

۷۔ جب اکبر اٹھارہ برس کا ہوگیا۔ تو بیرم خاں کی

خود رائی سے ناراض ہوکر عنانِ سلطنت خود اپنے ہاتھ میں
لے لی۔ اور اپنی مردانگی اور فرزانگی سے ہندوستان کے
خودسر صوبوں کو مُطیع و مسخّر کرکے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ
فرمانروائی کی۔آخر ۱۶۰۵ء میں وفات پائی اور آگرہ کے
قریب سکندرہ میں مدفون ہُوا ٭

۸۔ یہ بادشاہ شکیل و وجیہ۔ تنومند۔ قوی اور چُست و
چالاک تھا۔ اکثر اوقات ہر مذہب کے عُلما سے صحبت رکھتا۔
خاص کر پنڈتوں سے۔ اگرچہ محض اُمّی تھا۔ مگر اُس کی گفتگو
ایسی سنجیدہ تھی کہ کسی کو اُس کے اُمّی ہونے کا شبہہ نہ ہوتا۔
سنسکرت زبان کو بخوبی سمجھ لیتا اِلّا بول نہ سکتا۔ نظم و نثر
کی باریکیوں کو خوب پہچانتا ٭

۹۔ باوجود ایسی عظیم الشّان سلطنت کے نہایت مُنکسر
اور متواضع تھا۔ اپنے آپ کو کمترین مخلوقات جانتا اور
یادِ حق سے کبھی غافل نہ رہتا۔ شب بیدار و کم خواب تھا
رات دن میں ڈیڑھ پہر سے زیادہ نہ سوتا۔ سال میں
نو مہینے طعام صوفیانہ کھاتا۔ قتل حیوانات کو مطلق پسند نہ کرتا
چنانچہ بعض دنوں اور مہینوں میں عام ممانعت تھی صلحِ کل
اُس کا شیوہ تھا۔ ہر ملّت و مذہب کے لوگوں کو اُس سے

ممالک محروسہ میں آزادی تھی۔ سب اپنے اپنے طریق پر عبادت کرتے۔ کوئی کسی کا مزاحم نہ ہوتا۔

۱۰۔ دلیر و دلاور ایسا کہ مست و سرکش ہاتھیوں پر سواری کرتا۔ جب کوئی خونی ہاتھی چھوٹتا۔ تو کسی دیوار یا درخت پر چڑھ کر اُس کی پشت پر کود پڑتا اور اُس کو زیر کرتا۔ ایک بار حدود گجرات میں بغاوت ہوگئی مرزا کوکہ جو اِس نواح کا گورنر تھا۔ قلعۂ احمد آباد میں گھر گیا۔ یہ خبر دارالخلافۃ میں پہنچی۔ تو مرزا کی ماں (جیجی انکہ) نہایت مضطرب ہوئی۔ اکبر کو اپنی انکہ کی خاطر بہت عزیز تھی۔ اُسی وقت جنگ آزمودہ رُفقا کی ایک قلیل جماعت فراہم کرکے فتح پور سے کوچ بول دیا۔ اور آندھی بجلی بن کر گجرات کی طرف اُڑا۔ گھوڑے اونٹ اور گھوڑبہل کی سواری میں دو مہینے کی راہ نو دن کے اندر طے کرکے دفعتہً غنیم کے سر پر جا پہنچا۔ بعض خیر اندیشوں نے شبخون کی صلاح دی۔ لیکن اُس کی ہمت عالی کب مانتی تھی۔ فوراً کوس جنگ بجوایا۔ اور ڈنکہ کی چوٹ حملے کا حکم دیا۔ سابرمتی ندی بیچ میں حائل تھی سب سے پہلے بادشاہ نے اپنا گھوڑا ڈالا۔ پھر کس کو تاب تھی۔ جو توقف کرتا۔

غرض یار اُتر کر جنگِ عظیم کے بعد دشمن کو اُسی روز مار بھگایا اور مرزا عزیز کو نرغہ سے چھُڑایا ۔

۱۱۔ تخت نشینی سے چند سال بعد کا ذکر ہے ۔ کہ ایک امیر مُسمّی ادہم خاں نے اکبر کے رضاعی باپ (اتکہ خاں) کو حسد کے مارے عین دربار میں قتل کر ڈالا ۔ اور برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے حریم شاہی میں جا گھُسا ۔ اکبر خواب راحت میں تھا ۔ مستورات کے شور و غل سے آنکھ کھُل گئی ۔ فوراً کمرے سے باہر آیا ۔ اور ادہم خاں کو آمادۂ گستاخی دیکھ کر خالی ہاتھ آگے بڑھا ۔ اور اُس کے کلّہ پر ایسا مُکّا لگایا کہ وہ چکرا کر گر پڑا ۔ اُسی دم لوگوں نے اُس کی مشکیں کس لیں اور حکمِ شاہی کے بموجب چبوترہ سے سرنگوں گرا کر مار ڈالا ۔

۱۲۔ اکبر کی طبیعت میں شجاعت و جلادت کے ساتھ رحمدلی حلم اور شفقت و مُروّت بھی بہت تھی ۔ عفو جرائم کو دوست رکھتا ۔ نادم خطاکاروں سے ہمیشہ درگذر فرماتا ۔ مغلوب دشمن پر رحم کرتا ۔ جلوس کا اوّل سال تھا ۔ کہ پانی پت کے میدان میں ہیموں بقّال سے بڑا معرکہ پڑا ناگاہ ہیموں کی آنکھ میں تیر کاری لگا ۔ جس کے لگتے ہی لڑائی کا فیصلہ ہو گیا ۔ مجروح دشمن اسیر کر کے حضور میں لایا گیا ۔ بیرم خاں نے عرض کیا کہ

حضرت اپنے دست مبارک سے اس گردن زدنی کا کام تمام کر دیں۔ لیکن اکبر کی ہمت نے ایک مجبور قیدی کے خون سے تیغ شاہی کو آلودہ کرنا پسند نہ فرمایا۔ محمد حسین مرزا جو گجرات کی بغاوت کا بانی تھا۔ جس وقت میدان جنگ سے گرفتار ہو کر آیا ہے۔ تو شاہی خدام سے پانی مانگا کسی نے نہ دیا۔ اکبر نے یہ بات سن پائی۔ فوراً آب خاصہ طلب کیا اور اپنے جانی دشمن کی پیاس بجھائی +

یاد کرو تلفظ اور معنی

خُدّام آتالیق اُمّی شبخون جَلادت خرخشہ
فرزانگی مُنکسر کوس عفو تسلط مُستحق
مُتواضع نرغہ جرائم بے بہرہ وجیہ محروسہ
رضاعی گردن زدنی مہام تنومند مُزاحم حریم

(۴۹) بنائے قلعہ آگرہ

دسویں سال جلوس کے آغاز میں دار الخلافت آگرہ کے اندر جو بمنزلۂ مرکز ہندوستان ہے۔ مصالح ملکی کے لحاظ سے ایک عالی شان قلعہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ لودیوں کا قلعہ جو

بہت پُرانا ہوگیا تھا۔ ڈھا دیا گیا اور اُسی موقع پر نئے سنگین قلعہ کی نُبیاد ڈالی گئی۔ عرض دیوار تین گز اور ارتفاع ساٹھ گز قرار پایا۔ چار دروازے رکھے گئے۔ ہر روز تین چار ہزار آدمی مُہندس و معمار۔ سنگتراش اور مزدور کام کرتے تھے۔ یہ سنگ سُرخ کا قلعہ مع فصیل و بُرج وغیرہ آٹھ برس کی مُدت میں قاسم خاں میر بر و بحر کے اہتمام سے تمام ہُوا ✤

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

مصالح ارتفاع مُہندِس فصیل بُرج

(۵۰) فتح پور سیکری

قصبۂ سیکری میں جو آگرہ سے بارہ کوس کے فاصلے پر سمت مغرب کو واقع ہے۔ شاہزادۂ سلیم پیدا ہُوا تھا۔ اکبر نے اُس مقام کو مُبارک سمجھ کر دارالسلطنت بنانے کے لئے پسند کیا۔ سنہ ۹۷۹ ہجری میں حُکم شاہی کے مطابق ایک عالیشان قلعہ اور دیگر شاہی عمارتیں تیار ہوگئیں ✤ پھر تو تمام امرا اور ارکان دولت اور ہر کہ و مہ نے اپنے اپنے رُتبے اور حوصلے کے لائق حویلیاں بنائیں۔ کچھ مُدت

میں ایک عمدہ شہر بن گیا۔ جس میں مسجدیں۔ مدرسے۔ خانقاہیں حمام۔ سنگین بازار۔ باغ و چمن۔ بہتر سے بہتر موجود تھے۔ فتح دکن کے بعد اِس شہر کا نام فتح پور رکھا گیا۔ اور اَب تک اِسی نام سے مشہور ہے ؏

یاد کرو تلفّظ اور معنی

آرکان ارکانِ دولت کہ ومہ خانقاہ

(۵۱) بیرم خاں

۱۔ بیرم خان ایک تُرک تاتاری تھا۔ جب ہمایوں نے قنوج کے معرکہ میں شکست کھائی ہے۔ تو بیرم سنبھل کی طرف بھاگا اور راجہ متر سین زمیندار کے پاس پناہ لی۔ شیر شاہ نے جبراً بلوایا۔ بہت خاطر داری کی اور اپنی رفاقت پر مائل کیا۔ گو ظاہرا وہ شیر شاہ کا مطیع ہوگیا۔ مگر اپنے مُصیبت زدہ آقا کی یاد میں اُس کا دِل بے قرار تھا ؏

۲۔ بُرہان پور کے ڈیروں سے بیرم خاں اور ابوالقاسم حاکمِ گوالیار دونو ایکا کر کے بھاگ نِکلے۔ اثنائے راہ میں شیر شاہ کے سفیر نے گرفتار کر لیا۔ ابوالقاسم شکل و صورت کا اچھا تھا۔ دشمن سمجھے کہ بیرم خاں یہی ہے۔ مگر بیرم نے

از راہِ جوانمردی خود کہہ دیا کہ بیرم میں ہوں *

۳- ابوالقاسم کی مروّت نے تقاضا نہ کیا کہ خود بچے اور رفیق کو گرفتار ہو جانے دے۔ بولا "یہ میرا خدمتگار ہے۔ مگر بڑا وفادار ہے۔ میرے بدلے جاں نثاری کو تیار ہے۔ اس کو جانے دو۔ بیرم میں ہی ہوں" الغرض ابوالقاسم تو مارا گیا اور بیرم وہاں سے چھوٹ کر گجرات پہنچا۔ سلطان محمود گجراتی نے ہرچند ٹھہرایا۔ مگر وہ نہ ٹھہرا۔ سیدھا ہمایوں کی طرف چلا *

۴- جس وقت یہ پہنچا ہے۔ تو ہمایوں کا ٹوٹا پھوٹا لشکر لڑائی میں مصروف تھا۔ بیرم چپ چاپ اُن میں جا ملا۔ اور آگے بڑھ کر دشمنوں سے خوب لڑا۔ لوگوں کو حیرت تھی۔ یہ کون ہے؟ جب معلوم ہُوا کہ بیرم ہے تو سارے لشکر میں ایک شور مچ گیا۔ اور ہمایوں کو اُس کے آجانے سے بڑی مسرت ہوئی *

۵- آخر الامر ہمایوں کے ساتھ ساتھ ایران پہنچا شاہ ایران نے اُس کو "خانی" کا خطاب دیا۔ بیرم نرا جنگجو سپاہی نہ تھا۔ بلکہ اچھا شاعر اور انتظامِ مملکت سے خوب ماہر تھا۔ اسی کی دانشمندی اور جوانمردی سے ہمایوں کو ہند کی سلطنت دوبارہ نصیب ہوئی *

۶۔ جب اکبر تخت نشین ہُوا۔ تو بیرم خاں کو (خان بابا) کا خطاب دیا۔ مگر اُس کی سخت گیری۔ تند مزاجی اور نخوت سے سب درباری تنگ آ گئے تھے۔ اُنھوں نے اکبر کو سمجھا بُجھا کر اُس کے اختیارات چھنوا دیے۔ پھر تو اُس نے علانیہ بغاوت کی مگر زک پائی۔ اور عفوِ تقصیر کے بعد حج کے ارادے سے روانہ ہُوا۔ گجرات میں پُہنچ کر ایک دشمن کے ہاتھ سے مارا گیا +

یاد کرو تلفّظ اور معنی

سَفِیر تقَاضَا نخوت عَلَانِیَہ بَغاوت

(۵۲) ابوالفضل

۱۔ اکبر کے مشیروں میں ابوالفضل بڑا عالم۔ زبردست منشی اور عالی دِماغ مؤرّخ تھا۔ بادشاہ کا وزیرِ اعظم بھی تھا۔ اور سپہ سالار بھی۔ وہ دکن کی مہم سے تھوڑی سی فوج کے ساتھ واپس آ رہا تھا۔ شاہزادۂ سلیم کے اشارے سے ایک بندیلکھنڈی راجہ نے یکا یک حملہ کیا۔ ہمراہی پریشان ہو گئے مگر ابوالفضل بھاگنے کو عار سمجھا اور سپاہیانہ طور پر میدانِ جنگ میں لڑ کر مارا گیا +

۲- اُس کی تصنیفات سے تاریخ اکبرنامہ ہے۔ جس میں چغتائی خاندان کے کُل بادشاہوں کا حال مُجمل اور اکبری عہد کے واقعات مُفصّل لکھے ہیں۔ آئین اکبری میں سلطنت کے ہر صیغے کا حال اور ہر قسم کے انتظامات کی کیفیت تفصیل وار درج کی ہے ؛

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُشیر عار مُجمل

(۵۳) فیضی

۱- ابوالفیض فیضی۔ ابوالفضل کا بڑا بھائی اور اکبر کا مُشیر ایک نامور شاعر اور جیّد عالم تھا۔ سنسکرت کے علم ادب میں بڑی لیاقت حاصل کی تھی اور اس زبان کی چند مشہور کتابوں کا ترجمہ بھی فارسی میں کیا ؛

۲- اکبر گو ناخواندہ تھا۔ مگر وہ علم و کمال کا بڑا شایق تھا۔ چنانچہ ایک سررشتہ سنسکرت لیے ترجمہ کرنے کا اُس نے قائم کیا جس کا مہتمم فیضی تھا ؛

۳- جب فیضی نے رحلت کی ہے تو اُس کے ذاتی کتب خانہ کی فہرست مرتّب کی گئی۔ مختلف علوم و فنون

کی چار ہزار ساٹھ کتابیں نکلیں۔جن کو اُس نے خود صحیح کیا تھا ٭

یاد کرو تلفّظ اور معنٰی

جیّد علم اَدَب تَرجمہ

(۵۴) راجہ ٹوڈر مل

۱۔ راجہ ٹوڈر مل بھی دربار اکبری کا رُکن اعظم تھا۔ وہ قوم کھتّری کے ایک غریب خاندان میں پیدا ہُوا۔ عہد طفولیت ہی میں یتیمی کی مُصیبت پڑی۔ بیوہ مُفلس ماں نے بہت سختیاں جھیل کر اُس کو پرورش کیا ٭

۲۔ جوان ہوکر محرّران شاہی کے زمرے میں داخل ہُوا حساب کتاب میں نہایت ہوشیار۔ بلکہ یگانۂ روزگار تھا۔حُسن لیاقت اور کاردانی وکارگزاری کی بدولت روز افزوں ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ شاہی وزارت کا رُتبہ اور سپہ سالاری کا منصب پایا ٭

۳۔ کُل ممالک محروسہ کی پیمائش اُسی کے اہتمام و اِنتظام سے ہوئی صوبوں کی حد بندی اور جمع کا کام نہایت خوبی سے انجام دیا۔ وہ سالہ بندوبست اُسی کے نام سے مشہور و معروف ہے ٭

۴- وہ محض منشی اور محاسب ہی نہ تھا۔ بلکہ نہایت دلاور سپاہی اور مردِ میدان بھی تھا۔ بنگال۔ بہار اور گجرات کی فتوحات میں اُس نے بڑے بڑے کام کئے +

۵- وہ اپنے مذہبی مراسم کا بڑا پابند تھا۔ اکبر کئی بار جھنجھلایا بھی۔ لیکن اُس نے اپنے معمول میں کبھی فرق نہ آنے دیا۔ بمقام لاہور بیمار ہوکر راہی مُلکِ عدم ہُوا +

یاد کرو تلفظ اور معنی

رُکنِ اَعظم طُفولیّت زُمرہ رُوز اَفزُوں مَرَاسِم

(۵۵) راجہ بیربل

۱- یہ راجہ اکبر کا بڑا جلیس و انیس اور ہمدم و ہمنشین تھا ہندی زبان کا عُمدہ شاعر۔ نہایت خوش مزاج۔ بڑا حاضر جواب۔ تیز طبع اور لطیف و ظریف آدمی تھا۔ اُس کے سیکڑوں لطیفے اب تک زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ فیّاضی و سخاوت میں بھی بے مثل و بے نظیر تھا +

۲- قوم یوسف زئی کے مُقابلے میں لشکر لے کر گیا تھا۔ ایک درّہ میں گھر کر سارا لشکر تباہ ہوگیا۔ راجہ بھی وہیں کام آیا۔ اکبر نے اُس کے مرنے کا بڑا غم الم کیا اُس دن سے بادشاہ

کی بزمِ عیش بھی پھیکی پڑ گئی۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ لُطفِ صحبت تو بیربل کے ساتھ رُخصت ہُوا۔

یاد کرو۔ تلفّظ اور معنی

جلیس انیس ہمدم ظریف زباں زد

(۵۶) ترکِ تکبّر

از مؤلف

بلندی سے چلا سیلاب پُر زور
ہُوا اس تیزی و تندی سے جاری
شجر تو کیا اُٹھاتے اُس کی ٹکر!
غرض ڈھایا بہایا اور توڑا
چلا وادی کی جانب موج در موج
اُٹھی زمرہ میں اک لکڑی بھی بہتی
"میں راہ و رسمِ منزل سے ہوں آگاہ
اشاروں پر مرے چلتا ہے پانی
مرے دم سے رواں یہ کارواں ہے
قضا را موج نے پلٹا جو کھایا
کہا جھنجھلا کے اُو گستاخ مغرور!
کہ میں ہی بیڑے کا ہوں ناخدا ہوں

پہاڑی گھاٹیوں میں مچ گیا شور
کہ تھی سنگِ گراں پر ہول طاری
بہم ٹکرا دیے پتھر سے پتھر!
پڑا جو سامنے اُس کو نہ چھوڑا
جلو میں تھی خس و خاشاک کی فوج
چلی جاتی تھی اور یوں دل میں کہتی
یہ سارا قافلہ ہے میرے ہمراہ
ہے میرے بس میں دریا کی روانی
مرا تابع ہے جو کوئی یہاں ہے"
تو اک پتھر نے لکڑی کو دبایا
مرے دامن سے اپنا ہاتھ رکھ دور
امیرِ بحر ہوں اور ناخدا ہوں

مجھے او بے ادب! کیوں تو نے چھیڑا
جو میں ڈوبی تو بس ڈوبا یہ بیڑا
ز رکوں گی میں تو رُک جائے گا دریا
کرھے گا اور پچھتائے گا دریا"
کہا "ساحل سے کرتو عرض احوال
کہ اس جرگہ میں ہے یہ کہن سال"
کہی لکڑی نے ساحل سے وہی بات
تو ساحل نے صدائیوں دی کہ "ہیہات!
ہزاروں مدعی آ گے بھی آ ئے
بہت جوش و خروش اپنے دکھائے
گیا سالم نہ کوئی اِس بھنور سے
یہی دیکھا کیا ہوں عمر بھر سے
ہوے یاں غرق لاکھوں تجھ سے فرعون
نہ پوچھا پھر کسی نے یہ کہ تھے کون؟
مگر دریا کی باقی ہے وہی آن
وہی رونق وہی عظمت وہی شان
نہیں دریا کی موجوں میں کچھ فرق
اُسے کیا غم تیرے کوئی کہ ہو غرق"

یاد کرو تلفظ اور معنی

طاری حلقوم بدرقہ کہن سال سالم
وادی خاشاک جرگہ ہیہات مدعی

(۵۷) سرکشی کا ثمرہ

۱- ایک روز بدن کے تمام اعضا متفق ہو کر معدہ کا گلہ کرنے لگے کہ "ہم کماتے کماتے تھکے جاتے ہیں اور یہ نکھٹو معدہ مفت میں ہماری کمائی ہضم کر جاتا ہے"! آخر سب نے اُس کی اطاعت سے سرکشی کی- پاؤں نے رفتار- ہاتھوں نے کاروبار ترک

کیا۔ آنکھوں نے بصارت سے آنکھ چرائی۔ کان سماعت سے بے بہرہ ہو گئے۔ ناک نے سونگھنا۔ زبان نے چکھنا چھوڑ دیا۔

۳۔ جب اعضا کی نافرمانی اِس حد کو پہنچی کہ ہر ایک نے اپنا اپنا کام بند کر دیا۔ تو غریب معدہ کو غذا کہاں سے میسّر ہوتی۔ کچھ عرصے تک بے آب و دانہ صبر کیے پڑا رہا۔ آخر کار ہر ایک عضو کو ایذا پہنچی۔ اور اُن کی طاقت زائل ہونے لگی۔ ہاتھ کفِ افسوس ملنے اور پاؤں ایڑیاں رگڑنے لگے۔ آنکھوں نے رونا جھپکنا شروع کر دیا۔ کان بھی مارے ضعف کے سُن ہو گئے۔ ناک کا بھی ناک میں دم آگیا۔ زبان کا بولنا بند ہو گیا۔

۴۔ معدہ نے کہا "او میرے مددگارو! اب تم کو معلوم ہوا کہ جو کچھ تمہاری محنت و مشقت کی بدولت مجھ کو پہنچتا تھا۔ وہ رائگاں نہیں جاتا تھا۔ بلکہ خود تمہارے ہی صرف میں آتا تھا۔ جو غذا تم مجھ کو حوالہ کرتے تھے میں اُس کو ہضم کرتا اور جو خون اُس سے پیدا ہوتا۔ وہ رگوں کے وسیلے سے کل اعضا میں حصّہ رسد تقسیم ہو جاتا تھا۔ اُسی سے تمہاری سب کی پرورش ہوتی تھی۔"

۵۔ جبکہ اعضا نے اپنی حماقت اور سرکشی کا نتیجہ

صاف صاف دیکھ لیا۔ تو بہت نادم و خجل ہوئے اور توبہ کی کہ "آیندہ ایسی خطا نہ کریں گے" اسی طرح جو نادان اپنے مُربیوں اور آقاؤں کی اطاعت و خدمت کو جبر سمجھتے ہیں۔ وہ انجام کار ایذا پاتے ہیں اور نقصان اُٹھاتے ہیں +

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُتّفِق سَماعت رَائگاں خَجِل بَصارت مُربّی

(۵۸) قناعت

۱۔ مال و متاع کی خواہش کو اتنا مختصر کرنا کہ جب بقدر کافی میسّر آجائے۔ تو دل میں اضطراب باقی نہ رہے۔ یہ وصف قناعت کہلاتا ہے۔ لیکن قدر کافی کی کوئی حد مُعین نہیں اِس کا فیصلہ ہر شخص کو اپنی حالت و حیثیت کے مُطابق کرنا چاہیئے +

۲۔ جو مقدار خوراک ایک شخص کی سیری کے لئے کافی ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرے کی اشتہا کو پُورا نہ کرسکے +۔ جو معاش ایک مجرّد آدمی کے لئے بس ہے کچھ ضرور نہیں کہ وہ ایک عیال دار کے واسطے بھی کافی ہو۔ اسی طرح عادت کے لحاظ سے بھی انسان کی ضرورتیں مختلف ہوجاتی

ہیں۔ لیکن عادت کے ہاتھوں بک جانا یہ خود اپنا قصور ہے۔ اگر اِنسان چاہے تو اُن میں تبدیل اور اِصلاح کر سکتا ہے÷

۳۔غرض خواہشوں کا محدود کرنا یا یوں سمجھو۔ کہ فضول حاجتوں سے آزادی حاصل کرنا قناعت ہے اور قناعت کا نتیجہ اطمینان۔ خوشی۔ رضامندی اور شکر گزاری ہے÷ شروع میں قناعت مُصیبت کی دھمکی دیتی ہے÷ لیکن انجام کار وہ امن و عافیت کا دروازہ کھول دیتی ہے÷

۴۔ حرص وطمع اول عیش و طرب کی اُمید دلاتی ہے۔ مگر آخر میں تشویش۔ تردد اور پشیمانی کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ زمانے کا گِلہ قسمت کے شکوے اور خُدا کی ناشکری سکھاتی ہے÷

۵۔ دولت بغیر قناعت کے محتاجی کو دُور نہیں کرسکتی۔ مگر قناعت بغیر دولت کے آدمی کو تو انگر بنا دیتی ہے۔ دولت اکثر بیجا خواہشوں کو اُبھارتی ہے۔ قناعت ہمیشہ اُن کی بیخ کنی کرتی ہے۔ پس قناعت کو جو گنج دولت سے تشبیہ دیتے ہیں۔ تو یہ کوئی شاعرانہ خیال نہیں

بلکہ واقعی بات ہے۔

۶۔ خبردار! تم اپنی حالت کا مقابلہ زیادہ خوشحال آدمیوں کی حالت سے نہ کیا کرو۔ یہ ہی مقابلہ تمھارے دل میں لوبھ لالچ کی آگ کو بھڑکاتا ہے۔ تم کو مناسب ہے کہ ہمیشہ آپ سے کمتر لوگوں کے حال پر نظر کرو۔ تاکہ تمھارے دل میں قناعت پیدا ہو۔

۷۔ کاہلی اور قناعت میں ظاہرا مشابہت معلوم ہوتی ہے لیکن غور و تمیز کرنے سے اُن کا تفاوت صاف عیاں ہو جاتا ہے۔ قناعت واجبی کوششوں سے کبھی نہیں رُکتی اور ناروا خواہشوں کے پاس نہیں پھٹکتی۔ کاہلی واجبی محنت و مشقت سے جی چُراتی ناجائز رغبتیں پیدا کرتی۔ خیالات کو پست اور ہمت کو سست بنا دیتی ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

متابع مُجرّد طرب تونگر تشویش
پیچ کشی سیری محدود تفاوت ناروا

(۵۹) بیلون یا غبّارہ

۱۔ اگر ایک پُر روغن کپڑے کو ڈاٹ لگا کر تہِ آب میں غرق کر دیں تو وہ از خود اوپر کو اُٹھتا چلا آتا ہے۔

حال یہ ہے کہ اُتنے ہی قد و قامت کا پانی جتنا کہ گتا ہے۔ بہ نسبت اُس وزن کے جو تیل اور گتے کا ہے زیادہ وزنی ہے اور یہ قدرتی قانون ہے۔کہ سیال چیزیں ہلکی شے کو اوپر اُچھال دیتی ہیں ۞

۲۔اِسی قاعدے کے مطابق آتشبازی کا برج ہوا میں بلند ہوکر رات کے وقت مثل ستارہ یا متحرک انگارہ کے نظر آتا ہے غالباً یہ تماشا کسی شادی کی تقریب میں تمہاری نظر سے گذرا ہوگا ۞

۳۔اِسی طرح بیلون یا غبارہ اُڑاتے ہیں۔جو کئی میل تک ہوا میں صعود کرتا ہے۔وہ ایک ہلکا تھیلا باریک ریشمی پارچے کا ہوتا ہے جس پر روغن اِس لئے کر دیتے ہیں کہ اُس کے مسامات سے ہوا نہ گذر سکے۔جب اُس ریشمی کیسے میں ہائڈروجن گاس بھرتے ہیں تو وہ پھول کر ایک کُرہ یا بیضہ کی شکل کا ہو جاتا ہے۔ ہائڈروجن ایک قسم کی ہوا ہے کہ اِس معمولی ہوا سے وزن میں چودہ گُنی خفیف ہے ۞

۴۔غبارہ کا ڈھانچہ حساب کی رُو سے اِتنا وسیع رکھتے ہیں کہ ڈھانچہ اور جو شخص اُس میں سوار ہو۔اور جتنی مقدار ہائڈروجن کی اس کے اندر سما جائے۔اُن تینوں کا مجموعی وزن اُتنی ہی

قد و قامت کی عام ہوا کے وزن سے کم ہو۔ اِس اندازے سے تیار کر کے جب اُس کی ڈوری چھوڑتے ہیں۔ تو وہ اپنے راکب سمیت سطحِ زمین سے آسمان کی جانب صعود کرتا اور ہوا کے رُخ چلتا ہے۔

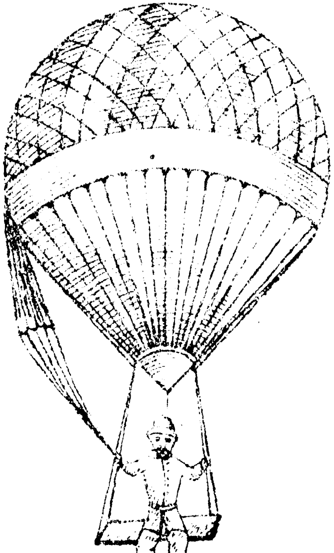

۵۔ اِس فن کے ماہرین نے ایسی ترکیب بھی نکال لی ہے کہ اُس کے زور کو کم و بیش کر سکیں۔ اور جہاں چاہیں اُتر سکیں

لیکن ابھی اتنا قابو نہیں پایا کہ اُس کو عام سواری کی طرح کام میں لا سکیں ممکن ہے کہ غُبارہ کی صنعت کسی زمانے میں اتنی ترقی پکڑ جائے کہ انسان اُس کی وساطت سے ہوا پر سفر کر کے بے خوف و خطر منزل مقصود کو پہنچ سکے ۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

سیّال خفیف تقریب راکب صعود مجنیبہ

(۶۰) کوئن وکٹوریہ

از نظام الدین — میسمہ

خوشی اِک مشغلہ ہو رات دِن کا	تمام افزوں ہو اُس کے سال دِن کا
خدا حافظ خُدا حافظ کوئن کا	
ہے جشن اُس کی شہنشاہی میں ہر جا	سُکھی ہیں آج راجا اور پرجا
خدا حافظ خُدا حافظ کوئن کا	
کوئن دُنیا کے ہر خطہ میں نامی	غریبوں اور مسکینوں کی حامی
خُدا حافظ خُدا حافظ کوئن کا	
رعایا تن کوئن اِس تن کی جاں ہے	خُدا کی خلق پر وہ مہرباں ہے
خدا حافظ خُدا حافظ کوئن کا	
دُعا گو اُس کا پورب اور پچھاں بھی	فرنگستان بھی ہندوستاں بھی

خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

رہے زندہ کوئن با دولت و بخت | رہے محفوظ اُس کا تاج اور تخت

خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

ہیں اکثر ساکنان رُبع مسکوں | کوئن کے عہد میں مامون و مصئوں

خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

رہے اُس کا مُلک راحت کا ٹھکانا | زمانہ اُس کا ہے تُحفہ زمانا

خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

سبھی احسان اُس کا مانتے ہیں | اُسے پیارا شہنشہ جانتے ہیں

خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

ہیں اُس کے عہد میں اِنسان بڑھتے | نہال تازہ ہیں پروان چڑھتے

خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

سمندر شہر جنگل اور تربت | سبھی گلزار ہیں اُس کی بدولت

خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

نظام الدین کی ہے التجا یہ | نکلتی ہے تہِ دل سے دُعا یہ

خدا حافظ خدا حافظ کوئن کا

یاد کرو تلفّظ اور معنیٰ

مَشغلہ اَفزوں مامون رُبعِ مَسکوں مصئوں نہال

زراعت

(۱) زراعت اور اقسام زراعت

۱- بتاؤ زراعت کسے کہتے ہیں؟ زمین کو جوت بوکر اس سے ہر قسم کی پیداوار حاصل کرنا زراعت ہے - لیکن زراعت کا ایک بڑا جزو اور بھی ہے - وہ کیا؟ جانوروں کا پالنا - ان کے لیے چارہ بونا - اچھی طرح کھلانا - اور ان کو خبرداری سے رکھنا ۔

۲- زراعت کرنے والے کو کون کون سے جانور پالنے مناسب ہیں؟ گائیں - بھینسیں - بکریاں - گھوڑیاں - ان کے علاوہ چند قسم کے گھریلو پرندے بھی پالتے جاتے ہیں ۔

۳- **کاشتکاری اور گلہ بانی** - یہ دو زراعت کے بڑے فن ہیں - فن کاشتکاری سے ہم کو سب قسم کے مفید پودوں کا بونا اور پرورش کرنا آتا ہے - فن گلہ بانی سے جانوروں کا پالنا اور ان کی نسل بڑھانا آتا ہے ۔

۴- کاشتکاری بھی دو طرح کی ہے - **کسانی اور باغبانی**

کسانی تو کھیتی کو کہتے ہیں جو بڑے بڑے رقبے کے کھیتوں میں کم محنت اور کم خرچ سے کی جاتی ہے۔ سب قسم کے غلّے جن کو ہم کھاتے ہیں تِلہن کی اجناس جن سے تیل نکالتے ہیں۔ ریشہ دار پودے جیسے کپاس اور سن۔ ان کے سوا اور کار آمد چیزیں جیسے اکھو (اوکھ) نیل۔ تمباکو پیدا کرنا۔ خاص کر کسانی کے کام ہیں ؎

۵۔ **باغبانی** باغ کے کاموں کو کہتے ہیں۔ جن میں کسانی کی نسبت محنت اور خرچ زیادہ درکار ہے۔ باغبانی میں ایک تو کھیاتہ ہے۔ جس میں آلو۔ پونڈا۔ گوبھی وغیرہ قیمتی جناس بوئی جاتی ہیں۔ دوسری باڑی ہے۔ جس میں خربوزہ۔ تربوز۔ دیسی لوکی تُرئی اور قسم قسم کی ترکاریاں چھوٹے چھوٹے کھیتوں کے گرداگرد ٹٹیاں یا لکڑیاں لگا کر یعنی باڑ بنا کر بوئے جاتے ہیں۔ تیسرے پھلواری ہے جن میں پھولوں اور پھلوں کے درخت انواع و اقسام کے لگائے جاتے ہیں ؎

نوٹ۔ جانوروں کا پالنا بھی زراعت کا اصلی جز ہے۔ ان سے دودھ ملتا ہے جس سے گھی اور مکھن بناتے ہیں۔ اون ملتی ہے اور سب سے زیادہ قیمتی چیز اہل زراعت کے لئے کھاد ہے۔ جو مفت ملتی ہے۔ عمدہ بچھڑے روکن دکھانے میں ہاتھ لگتے ہیں۔ بقول شخصے "آم کے آم گٹھلیوں کے دام" ؎

(۲) زمین اور اقسام زمین

۱- یہ تو ہم کو معلوم ہو گیا۔ کہ زمین اور مٹی ایک ہی چیز ہے مگر یہ بتائیے کہ مٹی اصل میں ہے کیا چیز؟ سُنو! مٹی پتھروں کا مہین چُورا ہے۔ پتھر تو تم نے دیکھا ہی ہے۔ جن کی سلیں اور چکیاں بناتے ہیں۔ عمارت میں لگاتے ہیں۔ اِنھیں پتھروں کے گھِسنے ٹوٹنے اور ریزہ ریزہ ہونے سے مٹی بنتی ہے۔

۲- پتھر ہم نے دیکھا تو ہے۔ مگر یہ فرمائیے "کہ پتھر جیسی سخت چیز کیونکر گھِستی۔ ٹوٹتی اور چُور چُور ہو جاتی ہے؟" اِس میں شک نہیں کہ پتھر سخت چیز ہے مگر حرارت پانی اور ہوا کی قوتیں ایسی زبردست ہیں کہ پتھروں کو رگڑ مسل کر مٹی بنا دیتی ہیں۔ یہ ہی قوتیں مٹیوں کو مہین و مُلائم کر کے رس پر لاتی ہیں۔

۳- تو کیا مٹی اور پتھر دونو ایک ہی چیز ہیں؟ تم خود دیکھ لو۔ جو اجزا پتھر کے وہی مٹی کے رتی بھر فرق نہیں۔ مثلاً ایک چیز بالو ہے۔ جو دریاؤں کے کنارے کثرت ہوتی ہے۔ چھونے میں بھُربھُری اور دانہ دار معلوم ہو گی۔ دوسری چیز چکنی مٹی ہے۔ جو چھونے میں مُلائم اور بھیگنے کے بعد لسدار

معلوم ہوگی - تم اِس کی آزمائش اِس طرح کرو - پتھر کو خوب مہین پیسو
اور پانی میں ڈال کر دیر تک چلاتے رہو - پھر چھوڑ دو - جب
پانی ٹھہر جائے تو میلا پانی زمین پر ڈالو! پانی خشک ہونے کے
بعد جو شے زمین پر جم گئی وہ کیا ہے؟ یہ ہی چکنی مٹّی ہے - چھو کر
دیکھو تو - چکنی بھی ملائم بھی، اسدار بھی - اب جو چیز برتن میں رہ گئی
وہ بالو ہے - دیکھ لو ویسا ہی بُھر بُھرا اور دانہ دار - اُسی طرح مٹّی
کو گھول کر دیکھو - اُس میں بھی چکنی اور بالو دونو قسمیں کی اُس
وقت تم کو یقین آجائے گا - کہ پتھر اور مٹّی ایک ہی چیز ہے ؛

۴ - مٹّی اور پتھر دونو میں چکنی مٹّی اور بالو کے علاوہ اور
بھی بہت سی چیزیں شامل ہیں - جیسے چونا لوہا وغیرہ - یہ بھی یاد

نوٹ - حرارت - پانی اور ہوا قدرتی قوتیں کہلاتی ہیں - اِن کے اثر سے پتھر
اور مٹّیوں کی حیثیت بدلتی اور اُن کی ترکیب میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اور
اِن کے اجزا مرکب ہوکر قابل حل ہوجاتے ہیں - اصل میں مٹّیاں بالو چکنی چونا
اور سڑے ہوئے حیوانی و نباتاتی مادّے ہیں - مگر یہ سب چیزیں اصلی حالت
اور خالص صورت میں زراعت کے لئے بیکار ہیں - کیونکہ اُن پر کوئی چیز
پیدا نہیں ہوسکتی - یہ سب اور کئی چیزیں اَور جب آپس میں ملتی ہیں تو وہ
مٹّی بنتی ہے - جس کو کھتار یا مزروعہ مٹّی کہتے ہیں - کھتار مٹّیوں کی مانند
دو مٹ مٹّیاں اچھی ہیں ؛

رکھنے کی بات ہے کہ جس مٹی میں بالو زیادہ ہوتی ہے اُس کو
بلوا یا بھوڑ کہتے ہیں۔ جس میں چکنی مٹی زیادہ ہوتی ہے اُس کو
چکنوٹ یا ٹھیار کہتے ہیں۔ جس مٹی میں آدھی بالو اور آدھی چکنی
مٹی ہو اُس کو دومٹ کہتے ہیں۔ زراعت کے لئے دومٹ
مٹیاں بہت اچھی اور اعلیٰ درجے کی ہیں۔ اُس سے اُتر کر
ٹھیار ہے۔ لیکن بلوا مٹیاں ادنیٰ درجے کی ہوتی ہیں ۔

(۴) ہل کے پُرزے اور اُن کے نام

۱۔ ہل تو تم نے دیکھا ہی ہے جس سے کھیت جوتتے ہیں۔
اب تم ہل کے تمام پُرزوں کو دیکھو۔ اور اُن کے نام
یاد کرلو ۔

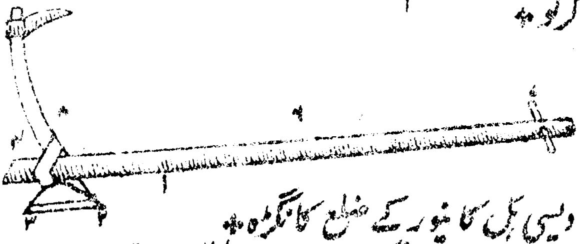

دیسی ہل کا نمونہ کے ضلع کانگڑہ ۔

(۱) یہ لوہے کی نوکدار سلاخ پھاڑ کہلاتی ہے ۔
(۲) یہ لکڑی کا پُرزہ گاؤدُم سا جس پر پھاڑ جڑی ہے
پرہاری کہلاتا ہے ۔

(۳) اِس درمیانی پرزے کو جس میں پر ہاری ٹھکی ہے کرڑھا کہتے ہیں ؛

(۴) یہ کھڑی لکڑی جو کرڑھے سے جڑی ہوئی ہے۔اِس کا نام پرتھا ہے ؛

(۵) یہ لکڑی کی کھونٹی جو پرتھے کے اوپری سرے کے قریب لگی ہوئی ہے مٹھیا ہے ؛

(۶) یہ لمبی لکڑی جس کا ایک سرا کرڑے میں ٹھوکا ہوا ہے ہریس کہلاتی ہے ؛

(۷) اُس لکڑی کی کھونٹی کو جو ہریس کے باہری سرے کے پاس لگی ہے سرنی کہتے ہیں ؛

(۸) یہ لکڑی کے ٹکڑے جو کرڑھے کے چھید میں ہریس کے اوپر اور نیچے لگے ہوتے ہیں اِن کو پاٹ یا پانی کہتے ہیں ؛

نوٹ۔ہل وہی اچھا ہے جس سے جوتائی یکساں بھی ہو جلد بھی ہو گہری بھی ہو اور اُکھڑی ہوئی مٹی ملپٹ بھی جائے۔تاکہ زیادہ حصّہ کھیت کی مٹی کا ہوا اور دھوپ میں آجائے۔ترقی دادہ ہل کی ایک جوتائی ایسے ہل کی تین جوتائیوں کے برابر ہوتی ہے اور وہ اوسط درجہ کے بیلوں سے اچھی طرح چل سکتا ہے۔مضبوطی بھی ہے۔قیمت بھی بہت نہیں ہے اور کام بہت زیادہ اور اچھا دیتا ہے ؛

۳۔ہل لوہے کے بھی بنائے جاتے ہیں مگر اُن میں ایک پُرزہ اور ہوتا ہے جس کو سینہ کہتے ہیں۔ اِن آہنی ہلوں سے کھیت کی جوتائی بہت گہری ہوتی ہے۔ جس قدر مٹی اُکھڑتی ہے وہ ہل کے سینے پر آتی اور آپ ہی آپ پلٹ بھی جاتی ہے۔ اِس طرح نیچے کی مٹی اُلٹ کر ہوا اور دُھوپ میں آجاتی ہے۔ یہ ترقی دادہ ہل کہلاتا ہے۔ غرض ہل وہی اچھا ہے جو کھیت کو گہرا جوتے اور اُکھڑی ہوئی مٹی کو توڑ بھی دے ؂

(۴) جوتائی اور میائی

۱۔کھیتوں کی جوتائی کیوں کرتے ہیں؟ اِس لئے کرتے ہیں۔ کہ "کھیت کی جمی ہوئی مٹی اُکھڑ کر اور ٹوٹ کر دُھوپ اور ہوا میں آجائے"۔ کھیت کی اُکھڑی اور ٹوٹی ہوئی مٹی کو دُھوپ اور ہوا میں لانے سے فائدہ؟ ہاں یہ فائدہ ہے کہ کھدی ہوئی مٹی دُھوپ میں اور ہوا میں رہنے سے مہین ہوکر پھولتی اور نرم ہوتی ہے ؂

۲۔یاد رکھو کھیت کی مٹی جس قدر زیادہ گہری جوتی ہوگی اور ٹوٹ کر زیادہ مہین ہوگی۔ اُسی قدر پودے کی جڑیں زمین کے اندر زیادہ دُور تک جائیں گی اور پھیلیں گی۔ اِس صورت

میں جڑوں کو زیادہ مٹی سے غذا حاصل ہو گی اور وہ تری اور ٹھنڈک میں بھی رہیں گی۔ جب وہ ٹھنڈک میں رہینگی۔ تو گرمی اور ہوا کی خشکی سے پودے جلدی سوکھنے اور مرنے نہ پائینگے ؛
۴۔ کھیت کو سراون سے کیوں میاتے ہیں ؟ ہل کے چلانے سے جو ڈھیلے اکھڑ آتے ہیں وہ سراون کے رگڑنے سے ٹوٹتے ہیں اور مٹی باریک ہوجاتی ہے۔ سراون سے مٹی برابر ہوکر کھیت چورس ہوجاتا ہے اور دب جانے سے مٹی جلد سوکھنے نہیں پاتی بلکہ دھوپ اور ہوا کے اثر سے رس پر آجاتی ہے۔ رس پر آنے کا مطلب یہ ہے کہ پودوں کی غذا جو مٹی میں ہوتی ہے۔ وہ دھوپ اور ہوا کے اثر سے ترکیب پائے۔ نمک یا شکر کی طرح

نوٹ۔ پودے کی غذا مٹی کے اندر اکثر ناتیار حالت میں ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ پودے جن کی جڑیں نازک ہیں۔ جیسے اناج کے پودے۔ ایسی حالت میں اپنی غذا مٹی سے نہیں لے سکتے۔ مٹی میں پودے کی غذا گرمی ہوا اور پانی کے اثر سے تیاری پر آتی ہے۔ تو کھیت کی مٹی کو اکھیڑ کر ہوا اور دھوپ میں لانے کی ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کے پورا کرنے کو جوتائی کہتے ہیں۔ کھیت کی مٹی جس قدر گہری اکھڑے گی اور ٹوٹ کر مہین و ملائم ہوگی اور لوٹ کر ہوا اور دھوپ میں آئے گی اُسی قدر پودے کی غذا (کھاد) زیادہ مقدار میں تیار ہوگی +

زمین کی آل (رطوبت) میں گھل کر اِس قابل ہو جائے کہ پودوں کے کام آئے۔ کیونکہ پودے کی جڑیں زمین سے صرف وہی چیزیں لے سکتی ہیں جو زمین کی آل میں گھلی ملی ہوں ٭

۴۔ یاد رکھو کھیت کی جوتائی میائی صرف اِس غرض سے کی جاتی ہے کہ کھیت کی مٹی میں پودے کی خوراک موجود ہے وہ زمین کی آل میں گھل مل جانے کے قابل ہو جائے ٭

(۵) کھاد اور کھاد کا بنانا

۱۔ کھاد (کھات) کیا چیز ہے؟ "کھاد پودے کی غذا ہے۔ جو زمین میں ہوتی ہے۔ اِس کو پودے اپنی جڑوں کے وسیلے سے پانی کے ساتھ لیتے ہیں" یہ تو بتائیے! پودوں کی کھاد زمین کو کہاں سے ملتی ہے؟ "زمین کو نباتات سے حیوانات سے اور معدنیات سے ملتی ہے" ٭

۲۔ نباتات کس کو کہتے ہیں اور نباتات کی کھاد کیونکر بنتی ہے؟ "چھوٹے بڑے پیڑوں کو نبات یا نباتات کہتے ہیں یہ مرکر اور سڑکر کھاد بنتے ہیں اور زمین میں ملتے رہتے ہیں اِس کھاد کو نباتی کھاد کہتے ہیں۔ نباتی کھاد اِس طرح بناتے ہیں کہ

کوڑا پتیاں یا پودے گڑھے میں بھر کر بند کر دیتے ہیں۔ تو دو تین مہینے میں وہ گل سڑ کر کھاد ہو جاتے ہیں۔ اس کھاد کو گڑھے سے نکال کر کھیت میں برابر پھیلاتے ہیں اور ہل سے جوت کر مٹی میں ملا دیتے ہیں۔ تلہن کی کھلیاں بہت زوردار کھادیں ہیں۔ کھیت میں پھلی دار غلہ جیسے تیل یا سنئی یا گُھرتی (گوار) کو جو سب سے بہتر ہے بوئیں۔ جب پھولنے پر آئے تو جوت کر اس کو زمین میں ملا دیں۔ وہ گل سڑ کر کھاد ہو جائے گی۔ ایسی کھاد کو سبز کھاد کہتے ہیں۔ یہ بہت ارزاں اور آسان کھاد ہے۔

نوٹ - جب کھاد سڑتی ہے تو اس پر سے ایک بُودار ہوا نکلتی ہے اس کو امونیا (نوشادر کی روح) کہتے ہیں۔ پودے کی خوراک میں یہ نہایت ضروری اور قیمتی چیز ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پودے کی غذا تیار نہیں ہو سکتی جب کھاد ہوا میں کھلی ہوئی سڑتی ہے تو یہ ضروری چیز نکل کر ہوا میں مل جاتی ہے۔ اور کھاد پھوک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کھاد پر پانی برستا ہے اور اس میں سے رس کر بہتا ہے تو اس کے ساتھ گھل مل کر بہت سی کار آمد چیزیں بہ جاتی ہیں اور کھاد بے اثر رہ جاتی ہے۔ اس وجہ سے کھاد کو گڑھوں میں بند کرکے سڑانا اور گڑھوں کو سائے میں رکھنا بہت ضرور ہے۔

۳۔ حیوانات کس کو کہتے ہیں؟ اور حیوانات سے کھاد کیونکر بنتی ہے؟ "کیڑے مکوڑے اور سب قسم کے جانور حیوان یا حیوانات کہلاتے ہیں۔ جانوروں کے مُردے اور فضلے سڑکر اور کھاد بن کر زمین میں ملتے رہتے ہیں۔ اِس قسم کی کھاد کو حیوانی کھاد کہتے ہیں۔ حیوانی کھاد بنانے کی یہ ترکیب ہے کہ مُردہ جانور یا اُن کے فضلے جیسے گوبر۔ مینگنی بیٹ اور پیشاب اور اُن کے اجزا یعنی سینگ کھُر۔ بال کھال۔ اور ہڈیاں کھتّوں میں بند کرکے کھاد بناتے ہیں۔ حیوانی کھادیں نباتی کھادوں کی نسبت بہت زیادہ زور دار ہوتی ہیں۔

۴۔ معدنیات کس کو کہتے ہیں اور اِس کی کھادیں کیونکر بناتے ہیں؟ جو چیزیں زمین سے نکالی جاتی ہیں وہ معدنی یا معدنیات کہلاتی ہیں۔ جیسے نمک۔ شورہ۔ چونا۔ کھاد (راکھ) یہ سب عُمدہ کھادیں ہیں۔ اِن کو معدنی کھاد کہتے ہیں۔ شورہ تو بوئے ہوئے کھیت میں چھڑک دیتے ہیں۔ باقی چیزوں کو برابر پھیلا کر ہل سے جوت کر ملا دیتے ہیں۔

(۶) بیج اور بیج کی بُوائی

۱۔ بتاؤ بیج کیا چیز ہے؟ بیج پودے کا وہ ٹکڑا ہے جو پھلوں

کے اندر ہوتا ہے۔ اُس کے بونے سے نیا پودا پیدا ہو جاتا ہے"۔ بیج میں نیا پودا کہاں ہوتا ہے؟ "بیج کا چھلکا اُتارنے کے بعد جو چیز اندر سے نکلتی ہے وہی تو نیا پودا ہے"۔

۲۔ تم مٹر یا سیم کے بیج لو۔ تھوڑے پانی میں اُن کو رات بھر تر رکھو۔ صبح کو وہ پھولے ہوئے اور نرم ہونگے۔ آہستگی سے اُن کا چھلکا اُتارو۔ اور اب جو چیز باقی رہی اُس کو مغز یا گری کہتے ہیں۔ یہ ہی گری پودا ہے۔ اس گری کو رسان سے چٹکی میں دباؤ۔ دو برابر کی دالیں ایک دوسرے سے جدا ہو جائینگی۔ مگر صرف ایک جگہ جڑی رہینگی

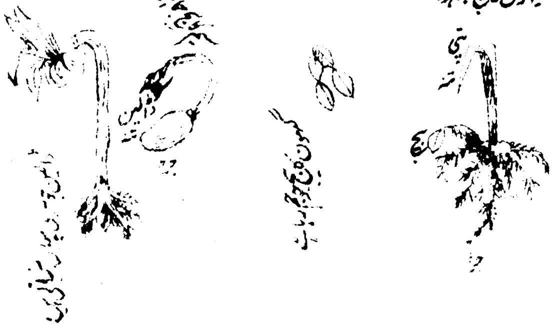

گیہوں کا بیج جما ہوا

غور سے دیکھو۔ تو اس جوڑ پر ایک چھوٹی سی چیز نظر آئے گی۔ جس کو **آکھوا** (انکسا) کہتے ہیں ؛

۳۔ اکھوے کے تین حصے ہوتے ہیں۔ نیچے والا حصہ منڈا ہوتا ہے سب سے پہلے یہ ہی بڑھتا اور جڑ بن کر زمین کے اندر جاتا ہے۔ اب اوپر والے حصے پر ذرا غور کرو تو تم چھوٹی چھوٹی پتیاں دیکھو گے۔ اس حصے کے بڑھنے سے اصلی پتیاں پیدا ہوتی ہیں۔ درمیانی حصے سے دونو ڈالیں جڑی ہوتی ہیں۔ یہ حصہ بڑھ کر اور اوپر والے حصے کو لے کر زمین سے باہر نکلتا اور تنہ بنتا ہے۔ جس کے اوپر پتیاں لگتی ہیں ؛ بیج کے جمنے پر یہ دونو ڈالیں بھی جو سب سے پہلے زمین سے نکلتی ہیں۔ دو ہری ہری پتیاں بن جاتی ہیں ؛

۴۔ بتاؤ تم کھیت میں بیج کس طرح بوؤ گے ؟ ایک تو چھینٹواں بوئیں گے۔ یعنی بیج کو ہاتھ سے چھینٹ کر اور جلا کر مٹی میں ملا دیں گے۔ دوسرے کونڑواں یعنی تیار کھیت میں ہل چلائیں گے۔ ہل کے پیچھے کونڈ میں ہاتھ سے بیج ڈالتے جائیں گے۔ تیسرے لین میں بوئینگے۔ اس طور سے کہ تیار کھیت میں برابر دوری پر سیدھی نالیاں بنا کر برابر فاصلے

پھر بیج ڈالیں گے"۔

۵۔ اچھا یہ بتاؤ۔ کون سے طریقے سے بیج بونا زیادہ مفید ہے؟ لین میں برابر دُوری پر نالی ہل سے بونے میں فائدہ ہے" یہ بھی بتا سکتے ہو کہ جتنا ممکن ہو اچھے سے اچھا بیج بونا کیوں چاہئے؟" اس لئے چاہئے کہ سب بیج جمیں۔ پودے زوردار ہوں اور پیداوار اچھی بیٹھے"۔

(۷) سینچائی

۱۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ پودے کی بھی جان ہے۔ اور اُس کی زندگی بھی کھانے پر ہے۔ پودے کی غذا یا کھاد زمین میں ہوتی ہے۔ جو زمین کی آل میں مثل شکر یا نمک کے حل ہوجاتی ہے۔ جب پودا زمین کی آل اپنی جڑوں کے ذریعہ سے چوستا ہے۔ تو پانی کے ساتھ اُس کی کھاد بھی جڑوں میں جاتی ہے جس سے پودے کی پرورش ہوتی ہے اگر پانی زمین میں باقی نہ رہے اور مٹی خشک ہوجائے تو پودے بھی سُوکھ کر مرجائیں۔ اِس لئے یہ کہنا ٹھیک ہے کہ پودے کی زندگی پانی پر ہے۔ اب یہ بتا دیجیے کہ پانی زمین میں کہاں سے آتا ہے؟

۲- "پانی زمین کو بارش کے ذریعے سے ملتا ہے۔ جب مینہ برستا ہے تو پانی کا کچھ حصہ اوپر اوپر بہ جاتا ہے۔ کسی قدر زمین میں جذب ہو جاتا ہے۔ اگر کھیت کی مٹی باریک اور مُلائم ہو۔ تو شبنم سے بھی زمین کو پانی ملتا ہے"۔ اچھا اگر پانی نہ برسے اور کھیتوں کی مٹی سوکھنے لگے۔ تو ہم کیا کریں؟ "ایسی حالت میں لازم ہے کہ مصنوعی طریقوں سے اپنے کھیتوں میں پانی پُہنچائیں۔ مصنوعی طریقے سے پانی پُہنچانے کو سِنچائی یا آبپاشی کہتے ہیں"۔

۳- کھیتوں کی سنچائی یا آبپاشی کیونکر کرتے ہیں۔؟ "اس طرح کرتے ہیں کہ کھیتوں کے پاس اگر کنواں ہے تو چرسے کے بڑے بڑے ڈولوں یا چرسے سے پانی کھینچ کر کھیتوں میں دیتے ہیں۔ اگر تالاب جھیل یا نہر قریب ہے

نوٹ- آبپاشی کے لئے ضرور ہے کہ کھیتوں میں کیاریاں بنالیں اور کیاریوں میں پانی اس طرح دیں کہ رینگتا اور جذب ہوتا ہُوا آگے بڑھے نہری زمینیں صرف اس وجہ سے خراب ہوجاتی ہیں کہ پانی نہایت بے پروائی سے کثرت کے ساتھ دیا جاتا ہے اور کھاد کی فکر کی نہیں جاتی۔ اگر کیاریاں باندھ کر اور موافق پانی دے کر نہر سے آبپاشی کی جائے۔ تو کھیت خراب نہ ہوں :

تو پیری ڈُگلے یا پُروسے سے پانی اُٹھا کر کھیتوں میں پہنچاتے ہیں"۔

۴-کتنا پانی ایک دفعہ میں کھیت کو دینا چاہیئے۔؟ "بوئے ہوئے کھیت میں اتنا پانی ایک دفعہ دیا جائے کہ پانی آہستہ آہستہ زمین میں سُوکھتا ہؤا آگے بڑھے۔ نہ ایسا کہ کھیت میں زور سے بہے اور بھرا رہے"۔

۵-اگر پانی کھیت میں زیادہ دے دیا جائے۔تو کیا نقصان ہوگا؟ "ایک نقصان تو یہ ہوگا۔کہ پودے گر جائینگے۔دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ ضرورت سے زیادہ پانی کھیت کو کمزور کر دیگا۔کیونکہ زیادہ پانی میں پودوں کی غذا بھی زیادہ گھلیگی اور بوئی ہوئی جنس کے پودے اُس کو اپنے صرف میں لے آئیں گے۔اِس صورت میں پیداوار تو بے شک زیادہ ہوگی۔لیکن زمین سے پودے سنی کھاد جو زیادہ نکل جائے گی تو زمین خالی یا کمزور ہو جائے گی۔

(۸) کٹائی۔گہائی اور اُوسائی

۱-یہ بتائیے کہ بوئی ہوئی جنس کو کیا کرتے ہیں؟

"بوئی ہوئی جنس جب پک کر تیار ہوجاتی ہے۔ تو ہسیوں (دَرانتیوں) سے کاٹ لیتے ہیں۔ جس کو کٹائی یا دِرَو کرنا کہتے ہیں"۔

فصل کے پختہ اور تیار ہوجانے کی کیا پہچان ہے؟ ایک پہچان تو یہ ہے کہ پودوں پر زردی آجاوے۔ دوسری پہچان یہ ہے کہ دانے کو دانت سے کاٹیں تو دبے نہیں بلکہ کٹ جائے"۔

۲۔ فصل کو ہسیوں (دَرانتیوں) سے کاٹ کر کیا کرتے ہیں؟ "ہسیوں سے جڑ سے کاٹ کر کھیت میں رکھتے جاتے ہیں۔ تاکہ دھوپ میں سوکھیں۔ اس کو لانک کہتے ہیں۔ شام کے قریب لانک کی پولیاں باندھکر پولیوں کے گٹھے بنا لیتے ہیں۔ ان گٹھوں کو اٹھا کر کھلیان میں جمع کرتے ہیں"۔

کھلیان کسے کہتے ہیں؟ "کھلیان وہ جگہ ہے۔ جہاں کاٹی ہوئی اجناس کو جمع کرکے اور سکھا کے ماڑ لیتے (دان لیتے) ہیں"۔

۳۔ ماڑ لینے یا دان لینے سے کیا مُراد ہے؟ "اِس سے یہ مُراد ہے کہ کھلیان کی زمین کو کوٹ پیٹ کر

لیتے ہیں۔ جب سُوکھ جاتی ہے۔ تو اُس پر بہ شکل دائرہ لانگ بچھا کر چبوترہ سا بنا لیتے ہیں۔ اور اُس لانگ پر بیلوں کو گھماتے ہیں۔ اُسی کو گاہنا بھی کہتے ہیں۔ اُس عمل سے لانگ ٹوٹ کر بھوسہ بن جاتا اور دانہ نکل آتا ہے۔ اب دانے کو بھوسے سے اوسا کر جُدا کرتے ہیں۔

۴۔ اُوسانا کس کو کہتے ہیں؟ "ماڑا ہُوا۔ یا گاہا ہُوا اناج ٹوکریوں میں بھر کر ہوا کے رُخ کھڑے ہوکر زمین پر گراتے جاتے ہیں۔ ہوا کے زور سے بھوسہ تو اُڑ کر الگ گرتا ہے۔ اور دانہ ایک جگہ جمع ہوتا جاتا ہے۔

۵۔ اگر ہوا نہ ہو۔ تو اُوسائی کیونکر کریں۔؟

نوٹ۔ دانہ جب پک جاتا اور سخت ہوجاتا ہے تو پھر نہ خوراک لیتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ بیج پک جانے کے بعد پودے زیادہ دنوں کھیت میں کھڑے رہیں۔ تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں۔ بڑا نقصان یہ ہے کہ بھوسہ میں قوت پرورش کم ہوجاتی ہے اور دانے میں بھوسی بڑھ جاتی ہے۔ دانہ مضبوط ہوجانے پر اگرچہ پودوں میں سبزی باقی ہو۔ کھیت کاٹ لیا جائے تو بھوسہ بھی اچھا ہوگا اور دانہ بھی اچھا۔

جب ہوا نہیں چلتی یا کم چلتی ہے ۔ تو کملی یا دوہر یا کوئی اَور موٹا کپڑا لے کر دو آدمی ہلاتے ہیں ۔ تیسرا آدمی مارا ہُوا اناج ٹوکری میں سے گراتا جاتا ہے ۔ اِس کو پرتی لگانا کہتے ہیں" ۔

اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء

نوٹ

مارچ سنہ [illegible] سے [illegible] جعلی
[illegible] کی [illegible] ۔